تصوف و احسان

علمائے اہل حدیث کی نظر میں

مؤلف:
ابن محمد جی قریشی

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول: دسمبر 2016ء

ناشر: پورب اکادمی، اسلام آباد

فون نمبر: 051-231 7092

ای میل: poorab_academy@yahoo.com

Tasuwaf o Ehsan Ulmai Ahl e Hadith Ki Nazr Main

by: Ibn Muhammad Jee Qureshi

Published by: Poorab Academy, Islamabad, Pakistan

"تصوف و احسان علمائے اہل حدیث کی نظر میں"

ملنے کا پتہ

Subject: book shops

Karachi
welcome Book Port
Urdu bazar 021-32639581

Multan
Beacon Books
Gulgust 061-6520790-1

تصوف واحسان
علمائے اہلحدیث کی نظر میں

Bahawal Pur
Caravan Books
chock Siraiki 0622-883747

Lahore
Poorab Academy
Urdu bazar 0323-4839655

Kitab Sirae
Urdu bazar 042-37320318

مؤلف

ابن محمد جی قریشی

Maktabah Islamia
Urdu bazar

Maktabah Syed Ahmad Shaheed
Urdu bazar

Islamabad
Mr books
super market 051-2870919

Saeed Book bank
Jinnah Super market
051-2651656-57-58

Rawalpindit
Royal Books
Committee chock 051-5541452
maktba khalil
Committee chowk
051-5553248

Peshawar
University Book Agency
Khayber bazar 091-2212534
091-2212335

مطالعہ کےبعد اپنی رائے ضرور دئجئے۔

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

فہرست مضامین

تقریظ	حضرت امیر محمد اکرم اعوان دامت برکاتہم عالیہ	7
عرض احوال		11
مقدمہ		13
☆	تعلیمات نبوت	14
☆	برکات نبوت	14
☆	حصول تزکیہ	14
☆	کیفیات قلبی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	15
☆	خلاصہ بزبان سید عبدالجبار غزنویؒ	23
باب اوّل	تصوف واحسان اور مسلک علمائے اہلحدیث	29
☆	ابن تیمیہؒ کی رائے	29
☆	شیخ عبدالوہاب کی رائے	30
☆	راہ اعتدال مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ	32
☆	پروفیسر محی الدین کی رائے	34
☆	مولانا ابوالکلام احمد دہلوی کا اہم مکتوب اور مولانا محمد اسحاق بھٹی کی رائے	35
باب دوم	خدمات صوفیاء اور علماء اہلحدیث کا اعتراف	37
☆	مولانا شریف سلفی کا اعتراف	38
☆	نواب صدیق حسن خانؒ کا اعتراف	39
☆	سید عبدالجبار غزنویؒ کا اعتراف	40
☆	مولانا محمد ابراہیم میرؒ کا اعتراف	40

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

☆	مولانا عبدالمجید سوہدری کا اعتراف	40
☆	مولانا محمد اسحاق بھٹی کا اعتراف	41
☆	مولانا ثناء اللہ امرتسری کا اعتراف	41
باب سوم	**اکابرین اہل حدیثؒ کی تحصیل السلوک کے لئے دعوت وفکر**	43
☆	مولانا غلام رسول قلعویؒ کی اہم وصیت	43
☆	مسلک اہل حدیث کی اصل دولت اور تصوف و احسان کی حقیقت (مولانا عبدالمجید سوہدریؒ)	45
☆	سید عبدالجبار غزنویؒ اور دعوت سلوک	46
☆	اہل اللہ کی اقتداء کا حکم	47
☆	مولانا سید داؤد غزنوی کی فکر مندی	48
☆	دینی درسگاہیں اور تزکیہ نفس سے بے اعتنائی	49
☆	صوفیائے عظام کا انداز تبلیغ اور منہج نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	50
☆	مولانا محمد ابراہیم میرؒ کی تفسیر	52
☆	مولانا حنیف ندویؒ کا تفکر	55
باب چہارم	**تصوف کیا ہے؟**	57
☆	فاضل جلیل نواب سید صدیق حسن خانؒ کے افکار	57
☆	مولانا عبدالمجید سوہدریؒ کی رائے گرامی	58
☆	سید عبدالاوّل غزنویؒ کی نظر میں	58
☆	مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا ارشاد	59
☆	حضرت مولانا عبداللہ محدث روپڑیؒ کا بیان	61
☆	مولانا سید داود غزنویؒ کا فرمان	65
☆	مقصد تصوف	65
☆	فقہ اور تصوف میں فرق	66

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

☆	مولانا امین اللہ پشاوری کی نظر میں	66
☆	درجات احسان	69
☆	حقیقت تصوف	71
☆	حضرت مولانا محمد ابرہیم میرؒ سالکوٹی اور تصوف	72
☆	طریقت اور شریعت میں مخالفت نہیں ہوسکتی	72
☆	محاکمہ	73
☆	تقریب مقصد	79
باب پنجم	**مسلک اہل حدیث اور بیعت وارادت**	87
☆	ملک عصمت اللہ کی رائے	89
☆	مولانا میر سیالکوٹیؒ کی رائے	90
☆	اوصاف شیخ	90
☆	شیخ کامل کی پہچان	90
☆	اوصاف مرشد حدیث کی روشنی میں سید عبدالاوّل غزنویؒ کی رائے	92
☆	پیری مریدی کی حقیقت سید عبدالجبار غزنویؒ کی نظر میں	93
☆	عقد بیعت کے دو جز	94
☆	اہل سلوک کا خلیفہ وجانشین مقرر کرنا	94
☆	مولانا غلام رسول قلعویؒ کے شیخ کی نصیحت	96
☆	سید داؤد غزنوی کی رائے	96
☆	مولانا عبدالمجید سوہدری کا ارشاد	97
☆	مولانا اسحاق بھٹی اور بیعت وارادت	97
☆	نواب صدیق حسن خان اور اظہار نسبت	98
☆	نواب صدیق حسن خان کے فرزند اور بیعت وارادت	99
☆	والد گرامی نواب صدیق حسین خان اور بیعت وارادت	100

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

☆ مولانا سخاوت علی جونپوری اور بیعت وارادت 100
☆ ابوالفیاض عبدالقادر بن شیخ عبداللہ اور بیعت وارادت 101
☆ شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی اور بیعت وارادت 101
☆ سید عبداللہ غزنوی اور بیعت وارادت 103
☆ خاندان غزنویہ اور بیعت وارادت 104
☆ سید داؤد غزنوی اور بیعت وارادت 104
☆ مولانا غلام رسول قلعوی اور بیعت وارادت 104
☆ حافظ غلام الدین بگوی اور بیعت وارادت 105
☆ خاندان لکھوی اور بیعت وارادت 105
☆ مولانا عبدالرحمٰن لکھوی اور بیعت وارادت 105
☆ قاضی سلیمان منصور پوری اور ان کے خاندان کا تعلق بیعت وارادت 106
☆ مولانا فیض محمد خان بھوجیانی اور نسبت واردات 107
☆ مولانا ابوالکلام اور اظہار بیعت وارادت 108
☆ مولانا غلام ربانی سوہدری اور بیعت وارادت 108
☆ میاں صدرالدین بھوجیانی اور بیعت وارادت 109
☆ حضرت مولانا محمد سلیمان روڑیؒ اور بیعت وارادت 109

باب ششم صوفیا اہل حدیث اور طریق السلوک 111

☆ مدارج السلوک از نسبت اویسیہ 111
☆ طرۂ امتیاز نسبت اویسیہ 113
☆ مکتوب مولانا غلام رسول قلعویؒ 113
☆ اشغال واذکار سید عبداللہ غزنویؒ 114
☆ اشغال واذکار مولانا غلام رسول قلعوی 116
☆ اشغال واذکار مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹیؒ 117

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

☆	اشغال صوفیاء کی شرعی حیثیت	120
☆	سید عبداللہ غزنویؒ کی رائے	121
☆	سید عبدالجبار غزنویؒ کی رائے	121
☆	ذکر اسم ذات کے دلائل	122
☆	غیر ماثورہ وظائف واوراد کی شرعی حیثیت	123
☆	اورادِ ماثورہ کے الفاظ کو بدلنا منع ہے؟	127
☆	صحابہ کرام دعائے ماثورہ میں الفاظ بڑھاتے تھے	129
☆	نواب صدیق حسن خان کی تحقیق	129
☆	نسبت کی حقیقت	129
☆	مولانا غلام رسول قلعویؒ کی رائے	131
☆	مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کا قول	131
☆	مکالمہ مابین سید داؤد غزنوی و سید ابوبکر غزنوی	132
☆	کیفیات قلبی اور مولانا قطب الدین کا بیان	134
☆	حرفِ آخر	139
☆	مراجع ومصادر	143
☆	کتابیات	153

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ السَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

عزیزم ابن محمد جی قریشی کی تالیف "تصوف واحسان علمائے اہل حدیث کی نظر میں" دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ الحمد للہ میں نے ایک نشست میں ساری کتاب پڑھی۔ اللہ کریم ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کریم نے ان سے بڑا کام لیا ہے۔ آج کے عہد میں تو اہل سنت کہلانے والے بھی دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ اکثریت نے تو رواجات و رسومات کو تصوف و احسان سمجھ لیا ہے اور اللہ کی اس نعمت کو جاگیر سمجھ رکھا ہے، کچھ نے غلو کر کے مشرکانہ رسومات تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ کے بندے ایسے بھی ضرور ہیں جو معتدل اور حق پر قائم ہیں مگر تھوڑے ہیں۔

اگر یہ حال اہل سنت کا ہے تو اہل حدیث حضرات تو بہت آگے نکل چکے ہیں اور بات بے بات مشرک کے فتوے دیئے جاتے ہیں۔ خصوصاً آج کے دور میں حد ہو گئی ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ لوگ اس فن کو جانتے نہیں بس فتوے دیئے جا رہے ہیں۔ اب اس بارے میں قریشی صاحب کی یہ کاوش ایک بہترین راہنمائی ہے۔ الحمد للہ کوئی حق کا متلاشی ہو تو مقصد پا سکتا ہے۔ اہل حدیث حضرات میں اور ہم مقلدین میں فرق تقلید کا ہے اور عقیدہ میں تقلید ہے ہی نہیں، احکام میں تقلید ہے۔ تو ہماری رائے میں یہ بہت محفوظ راستہ ہے اور حق یہ ہے کہ اہل حدیث حضرات میں بڑے بڑے اہل اللہ ہوئے اور انہوں نے رہنمائی کا حق بھی ادا کیا اور جو کچھ علماء وصوفیائے اہل حدیث سے

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

نقل ہوا ہے، بخدا یہی تصوف ہے نہ اس سے کم نہ زیادہ۔اللہ کریم ان سب حضرات پہ کرم فرمائے۔

خود ہمارے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ بھی اہل حدیث تھے۔کہا جاتا ہے معتدل تھے،نہیں بھائی معتدل نہیں،حقیقی تھے۔بہر حال جو ارشادات واحوال و کیفیات یہاں جمع کر دی گئیں یہی حقیقی تصوف ہے گر چہ یہ سب مبادیات ہیں۔وضاحت جاننے کے لئے اللہ کے بندوں کے لئے میدان کھلا ہے۔اللہ کریم توفیق بخشنے والے ہیں۔

امیر محمد اکرم اعوان عفی عنہ
دارلعرفان منارہ چکوال
1/11/2015

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

محترم جناب محمد حنیف قریشی کی تالیف "تصوف و احسان علمائے اہل حدیث کی نظر میں"

دیکھنے کا اتفاق ہوا الحمد للہ میں نے آپ کی تصنیف ساری کتاب
پڑھی ہے اللہ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے رب کریم نے آپ
سے بہت بڑا کام لیا ہے آج کے دور میں تو اہل سنت کہلانے والے
بعض دوسرے گروہوں میں بٹ گئے ہیں ان میں سے تو کچھ نے تو سرے سے
تصوف و احسان سمجھ لیا ہے اور اللہ کے دین کی نعمت کو چھوڑ کر سمجھ رکھا ہے
کچھ نے غلو کر کے خشک رسومات تک بنا دیا ہے الحمد للہ
اللہ کا شکر ہے ایسے بھی لوگ ہیں جو معتدل اور حق پر قائم ہیں مگر
تھوڑے سے ہیں اگر یہ حال اہل سنت کا ہے تو اہل حدیث حضرات
تو سب سے آگے نکل چکے ہیں اور جو بات بے بات شرک کے فتوے
دیئے جاتے ہیں یہ غلط ہے آج کے دور میں علماء کرام کو چاہیے
خصوصاً اس بات کا ہے کہ لوگ اس فن کو جانتے نہیں ...

وسعت اس بارے قریشی صاحب کی یہ کاوش ایک بہترین راہنمائی ہے الحمدللہ
کہ کوئی حق کا متلاشی ہو تو مقصد پا سکتا ہے اہل حدیث حضرات میں
اور ہم مقلدوں میں فرق تقلید کا ہے اور عقیدہ میں تقلید نہیں
احکام میں تقلید ہے تو ہماری رائے میں بیعت تصوف راستہ ہے
اور حق ہے کہ اہل حدیث حضرات میں بڑے بڑے ولی اللہ
ہوئے اور انہوں نے راہنمائی کا حق بھی ادا کیا اور جو کچھ
علماء و صوفیاء سے اہل حدیث میں نقل ہوا ہے بحمد اللہ تصوف
ہے نہ اس سے کچھ زیادہ اعتدال کہ ہم ان سب حضرات پہ کرم فرما
ہو رہا ہے حضرت [illegible] ۱۲۴ سے شیخ حضرت عبدالرحیم بھی
اہل حدیث کہے جاتے ہیں معتدل تھے نہیں کہا کہ معتدل میں
حقیقی تھے بہرحال جو ارشادات و احوال و کیفیات یہاں
جمع کر دی گئی ہیں یہ حقیقی تصوف ہے گو جس میں سب صاحب دیا
میں وضاحت حق سمجھنے کے لئے اللہ کے بندوں کیلئے میدان
کھلا ہے اللہ کریم آپ کو توفیق بخشے مزید ہمت

امیر محمد اکرم اعوان عفی اللہ
دارالعرفان
۱۵-۱۰-۲۰۱۰ء

عرضِ احوال

آج سے تقریباً تیرہ سال قبل زمانہ طالب علمی میں ملتان کی ایک مسجد میں دوران صفائی مجھے ایک پمفلٹ ملا جس پر لکھا ہوا تھا "جماعت اہل حدیث سے خطاب، پرفیسر ڈاکٹر سید ابوبکر غزنوی ؒ" پڑھ کر فوری اندازہ ہوگیا کہ یہ زبان اور لب ولہجہ کسی صوفی عالم کا ہی ہوسکتا ہے، جو اتنے خلوص سے اپنے ہم مسلک حضرات کو دعوت فکر دے رہا ہے۔ زاویہ نگاہ یہاں آ کر اٹک جاتا کہ اہل حدیث اور تصوف! خیر وقت گذرتا رہا شوقِ مطالعہ بڑھتا گیا اور یوں صحبت اہل اللہ سے ذوق تصوف بھی پروان چڑھتا گیا۔

دعوت کے میدان میں منکرین تصوف سے پالا پڑا تو یہ اندازہ ہوا کہ یہ بے چارے نہ صرف علم سلوک سے نا آشنا ہیں بلکہ اس معاملہ میں ضد وانا اور تلبس کا بھی شکار ہیں۔ مثلاً جن علماء کو مخالفین تصوف کے طور پر یہ حضرات پیش کررہے ہیں وہ کلی طور پر صوفیاء سے اختلاف ہرگز نہیں رکھتے تھے، بلکہ ان کا اختلاف کہیں تو علمی سطح پر ہے اور کہیں جاہل اور غالی متصوفین سے۔ ورنہ علامہ ابن جوزیؒ کی "صفوۃ الصفوۃ اور عیون الحکایات"، ابن تیمیہؒ کے "فتاویٰ اور درجات الیقین" تو اہل سلوک کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ابن قیمؒ کی تصنیفات "مدارج السالکین، کتاب الروح، طریق الھجرتین و باب السعادتین" اور متاخرین میں مسلک علمائے اہل حدیث کے تصوف و احسان سے تعلق پر تو کتاب ھذا گواہ ہے۔

آج سے تقریباً دو سال قبل رمضان المبارک میں بتوفیق رب العالمین "تصوف واحسان علمائے اہلحدیث کی نظر میں" پر لکھنا شروع کیا۔ جب آغاز کیا تھا تو یہ

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

سوچ تھی کہ پندرہ بیس صفحات پر مشتمل ایک مختصر سی کتاب ہوگئی مگر انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے بھی سو صفحات سے زائد کی کتاب بن گئی۔ اگر مزید حوالہ جات درج کرتا تو یہ ایک ضخیم کتاب بن سکتی تھی۔ البتہ علماء اہلحدیث کے تصوف و احسان سے تعلق کو تفصیلاً پیش کرنے اور تاریخ کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک کتاب "تصوف و احسان اور اکابرین اہلحدیث" زیر طبع ہے۔ اہل حدیث احباب سے خصوصی گزارش ہے کہ ان کے علم میں اکابرین اہل حدیث کے تصوف و احسان سے تعلق کے بارے جو بھی معلومات ہوں، ناچیز کو مہیا کی جائیں تا کہ اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب ترتیب دی جاسکے۔

میں ان تمام احباب کا مشکور ہوں جنہوں نے اس کتاب کے لکھنے میں مدد فرمائی۔ خصوصی طور پر جناب محمد زبیر اعوان سلفی ایم اے عربی آنز، جناب تنزیل الرحمٰن سلفی ایم اے عربی، مولانا ابرہیم خلیل سلفی، جناب عرفان اکبر مدیر طوبیٰ اِی لائبریری، مفتی رضوان صاحب ادارہ غفران راولپنڈی، جناب آصف الرحمٰن ہاشمی اور بالخصوص میجر (ر) محمد ہمایوں کا بھی کہ جن کے تعاون سے یہ کتاب مرتب ہوئی۔

بندہ نے ممکنہ طور پر کوشش کی ہے کہ کتاب کے حوالہ جات میں کوئی غلطی باقی نہ رہے لیکن انسان ہونے کے ناطے سہو کا امکان باقی ہے۔ لہٰذا قارئین سے گذارش ہے کہ بندہ کی کمی وکوتاہی کو اپنے دامن عفو میں پناہ دیتے ہوئے ضرور آگاہ فرمائیں تا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کا ازالہ ہو سکے۔ اللہ کرے یہ کتاب ناقدین تصوف اور اہل تصوف کے درمیان فاصلے مٹانے کا سبب بنے۔ آمین

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

ابن محمد جی قریشی

Ibne_m.jee@hotmail.com

https://www.facebook.com/Qureshi5940

http://knooz-e-dil.blogspot.hk/

https://siqarahlibrary.blogspot.com/

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ
عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ
قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ O (سورۃ آل عمران آیت نمبر 164)
اَللّٰهُمَّ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ترجمہ آیت: یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر (بہت بڑا) احسان کیا ہے کہ جب ان میں سے ان ہی میں ایک پیغمبر مبعوث فرمائے، جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں، اور ان کو پاک کرتے ہیں، اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، اور اگر چہ وہ اس سے پہلے واضح گمراہی میں تھے۔

جو علوم انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تقسیم فرماتے ہیں، اس میں دو چیزیں ہوتی ہیں یا دو طرح کا فیض نصیب ہوتا ہے۔ ایک حصہ تعلیمات نبوت پر مشتمل ہوتا ہے اور دوسرا حصہ برکات نبوت کہلاتا ہے۔

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

تعلیماتِ نبوت:

تعلیماتِ نبوت ارشادات ظاہری، اقوال و افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرقع ہے۔ تعلیمات نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پہلو حروف والفاظ کی شکل میں قلم بند ہوا اور سیکھا سکھایا جاتا ہے۔

برکاتِ نبوت:

انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام سے جب قلبی تعلق بنتا ہے تو قلب اطہر پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے فیض پانے والے کے قلب پر وہ کیفیت آجاتی ہے جو دیکھی نہیں جاسکتی، بیان نہیں کی جاسکتی، جس کے لئے کوئی الفاظ نہیں ملتے جو صرف محسوس کی جاسکتی ہے، کیونکہ انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام بندے کو رب العلمین سے اس طرح آشنا کرواتے ہیں کہ ان کے فیوضات و تعلیمات میں صرف الفاظ ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ کیفیات بھی ہوتی ہیں جو بندے کو اللہ کے قریب کر دیتی ہیں۔ وہ اللہ کو نہیں دیکھ سکتا لیکن دیکھتا ہے، یعنی جس کسی بھی چیز کو دیکھ کر مانا جائے ویسے ہی وہ اللہ کو بغیر دیکھے مانتا ہے کہ جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہے [(1)] یہ کیفیات قلبی برکات نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہلاتی ہیں۔ دین مبین کا یہ شعبہ تصوف وسلوک، احسان، اسرارِ شریعت، طریقت وغیرہ کی اصطلاحات سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور ہمارے ہاں (پاک وہند) عرف عام میں اس کو پیری مریدی بھی کہا جاتا ہے۔

" يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ " دعوت الی اللہ ہے " وَيُزَكِّيْهِمْ " برکات نبوت ہے اور " وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ " تعلیمات نبوت ہے۔ اب یہ قرآن نے علیحدہ سے یز کیھم کا ذکر کیا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تزکیہ فرماتے تھے، یہ تزکیہ کیا ہے۔ یہی ہمارا موضوع ہے اور اس شعبے کو آج تصوف واحسان یا طریقت وغیرہ کہا جاتا ہے۔

حصول تزکیہ:

تزکیہ کیا ہے؟ ایک قلبی اور روحانی کیفیت کا نام ہے جس کے طفیل دل میں اخلاص اور اطاعت الٰہی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے گناہ اور معصیت سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ اس کا

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

ثبوت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس زندگیاں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا کی اخلاقی حالت عموماً اور اہل عرب کی خصوصاً تباہی کے آخری کنارے پر پہنچ چکی تھی۔ الا ماشاء اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نے انسانیت کو حیات نو بخشی اور ان ہی لوگوں کو وہ اخلاقی عظمت، خلوص اور للٰہیت عطا فرمائی کہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

ایمان کا تعلق کیفیات قلبی یعنی برکات نبوت سے ہے۔ اس لئے زبان کے اقرار کے ساتھ تصدیق قلبی ضروری ہے اور تمام اعمال کا تعلق نیت سے ہے اور نیت فعل ہے دل کا۔ لٰہذا دین کا یہ شعبہ (برکات نبوت) بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہدایت کا دارومدار قلب پر ہے اور عقل کا مدار وفہم بھی قلب پر ہی ہے۔ [2] اس لئے قرآن مجید میں جگہ جگہ قلب کو مخاطب کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان قلبی کیفیات یعنی برکات نبوت کو ہی ایمان کی اصل قرار دیتے ہیں اور ایمان کی حلاوت ولذت بھی یہی قلبی کیفیات ہیں۔

کیفیات قلبی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

1۔ بخاری شریف میں ابوسفیان اور ہرقل روم کا مکالمہ درج ہے:

وَسَأَلْتُكَ أَيَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ (3)

"میں نے تجھ سے سوال کیا تھا کہ لوگ اس کا دین قبول کر لینے کے بعد اسے برا سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں، تو تم نے جواب دیا کہ نہیں اور ایمان کی بھی یہی حالت ہے، جب اس کی تازگی قلب میں جم جاتی ہے (تو پھر دور نہیں ہوتی)"۔

اور اسی حقیقت کو قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات۔۷)

"لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

مرغوب کر دیا"۔

امام ابن تیمیہؒ نے کیفیات ودرجات اور حلاوت ایمانی پر رسالہ "درجات الیقین" میں خوبصورت بحث فرمائی ہے، مذکورہ حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں:

فالایمانا ذا باشر القلب وخالطنه لایسخطه القلب بل یحتبه و یر ضاہ فان له من الحلاوة فی القلبو اللذة السّر ودو البهجة مالا یمکنا لتعیر عنه لمن لم یذقه والناس متفادتون فی ذوقه و الفرح و السرور الذّی فی القلب له من البشاشة والبر ماهو یحبه واذا خالطت القلب لم یسخطه (4)

"الغرض جب ایمان دل میں رچ جائے اوراس کی تازگی اس میں سرائت کر جائے تو وہ اس سے کبھی نفرت نہیں کرتا بلکہ اسے چاہتا اور پسند کرتا ہے، کیونکہ دل میں ایمان کی اسقدر شیرینی، لذت، سرور اور شادمانی ہوتی ہے کہ جس نے اسے محسوس نہیں کیا اس کے سامنے اس کی تعبیر ناممکن ہے۔ لوگ ذوق ایمان کے مدارج میں ایک دوسرے سے متفاوت ہیں، دل میں جو فرحت اور سرور پیدا ہوتا ہے، اس سے ایک قسم کی شگفتگی اور طاعات پر آمادگی پیدا ہوتی ہے۔ جو اس ذوق کے مقدار کے موافق ہوتی ہے اور جب یہ چیز دل میں اچھی طرح رچ جائے تو دل اس سے کبھی بیزار نہیں ہوتا۔"

کیفیات قلبی آنحضرت ﷺ کی صحبت سے نصیب ہوتی تھی۔ اصحاب رسول ﷺ نے ان کیفیات قلبی کی کمی سے بعض دفعہ اپنے اوپر اندیشہ نفاق کیا تھا، نبی علیہ السلام نے اطمینان دلایا کہ کیفیات قلبی کی یہ کمی بیشی ایمان کو مضر نہیں، جیسا بہ زبانِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

2۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ. وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا سَيَّارٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ الْمَعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيِّدِيِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنَّهُ مَرَّ بِأَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَبْكِي، فَقَالَ: مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قَالَ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا أَبَا بَكْرٍ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا إِلَى الْأَزْوَاجِ وَالضَّيْعَةِ نَسِينَا كَثِيرًا، قَالَ: فَوَاللَّهِ إِنَّا لَكَذَلِكَ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قَالَ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِينَا كَثِيرًا، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَوْ تَدُومُونَ عَلَى الْحَالِ الَّذِي تَقُومُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِي مَجَالِسِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَعَلَى فُرُشِكُمْ، وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً وَسَاعَةً وَسَاعَةً "، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. (5)

حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (یہ نبی اکرم ﷺ کے کاتبوں میں سے ایک کاتب تھے)، وہ کہتے ہیں کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے روتے ہوئے گزرا تو انہوں نے کہا: حنظلہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: ابوبکر! حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے (بات یہ ہے) کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں، اور آپ ہمیں جہنم اور جنت کی یاد اس طرح دلاتے ہیں گویا ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب ہم دنیاوی کاروبار اور اپنے بچوں میں واپس چلے آتے ہیں تو اس نصیحت میں سے بہت کچھ بھول جاتے ہیں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہمارا بھی یہی حال ہے۔ چلو ہمارے ساتھ رسول

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

اللہ ﷺ کے پاس، چنانچہ ہم دونوں چل پڑے، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: "حنظلہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! حنظلہ منافق ہو گیا ہے، جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جہنم اور جنت کی یاد اس طرح دلاتے ہیں تو اس وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب ہم دنیاوی کاروبار اور اپنے بال بچوں میں واپس لوٹ جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت میں رہو جس کیفیت میں میرے پاس ہوتے ہو تو یقین جانو کہ فرشتے تمہاری مجلسوں میں، تمہارے راستوں میں اور تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ! وقت وقت کی بات ہے۔" امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور یہ الفاظ بھی حدیث میں ملتے ہیں:

3۔عن انس:قال اصحاب النبی ﷺ یا رسول الله انا کنا عندك راینا ی انفسنا ما نحب ،و اذا راجعنا الی اهلینا فخالطنا هم انکرنا انفسنا فقال النبی (لو تدومون علی تکونون عندی فی الخلاء لصافحتکم الملاء کة حتی تظلکم با جنحتها عیانا و لکن ساعة وسعة)۔

"سیدانس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمیں اپنے آپ میں پسندیدہ صفات نظر آتی ہیں، لیکن جب ہم اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹتے ہیں اور ان میں مل جل کر رہتے ہیں تو خود کو گنہگار سمجھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا "اگر تم پنی خلوتوں میں اسی حالت پر قائم رہو جس پر میرے ہاں ہوتے ہو، تو فرشتے تم سے

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

مصافحہ کریں اور وہ تم پر اپنے پروں سے عیاناً سایہ کریں (دراصل حالات بدلتے رہتے ہیں) کبھی یہ اور کبھی وہ"۔(6)

4۔عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيِّدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "لَوْ أَنَّكُمْ تَكُونُونَ كَمَا تَكُونُونَ عِنْدِي لَأَظَلَّتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا

"سید حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اسی حالت پر برقرار رہو جس پر میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تم پر اپنے پروں سے سایہ کریں گے۔"

انھی معانی میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت جلد دوم (سلسلہ حدیث صحیحہ اردو مترجم) سوم صفحہ 240 پر موجود ہے، میں صرف ترجمہ نقل کیے دیتا ہوں:

5۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! رب کعبہ کی قسم! ہم تو ہلاک ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے کہا: ہمیں نفاق و منافقت کا اندیشہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم اللہ تعالی کے معبود برحق ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ نفاق تو نہیں ہے۔ انہوں نے بات کو لوٹاتے ہوئے کہا، اے اللہ کے رسول! رب کعبہ کی قسم ہم ہلاک ہو گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا، کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ تو نفاق نہیں ہے۔ انہوں نے تیسری دفعہ یہی بات دہرائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی جواب دیا کہ یہ نفاق نہیں ہے۔ انہوں نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا، اے اللہ کے رسول! جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو مخصوص مذہبی حالت پر ہوتے ہیں، لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو دنیا اور اہل دنیا ہم کو

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

مغموم وفکرمند کر دیتے ہیں ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر تم میرے پاس سے نکل کر بھی اسی (ایمان) کی حالت پر برقرار رہتے جس پر میری مجلس میں ہو تے ہوتو مدینہ کے راستے میں فرشتے تم سے مصافحہ کرتے ۔"(8)

اور اس حقیقت کی سمجھ اس روایت سے بھی آتی ہے:

6۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: " لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، وَلَمَّا نَفَضْنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْأَيْدِي وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا ". قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا غَرِيبٌ صَحِيحٌ.(9)

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب وہ دن ہوا جس میں رسول اللہ ﷺ (پہلے پہل) مدینہ میں داخل ہوئے تو اس کی ہر چیز پر نور ہو گئی، پھر جب وہ دن آیا جس میں آپ کی وفات ہوئی تو اس کی ہر چیز تاریک ہو گئی اور ابھی ہم نے آپ کے دفن سے ہاتھ بھی نہیں جھاڑے تھے کہ ہمارے دل بدل گئے ۔"

اس حدیث کے فوائد میں مسلک اہل حدیث کے محدث سید محمد عبد الاوّل غزنوی ؒ فرماتے ہیں:

"یعنی ہر چیز آپ کے جمال جہان آرا سے درو دیوار روشن اور منور ہو گئے تھے، یعنی جو نور دلوں میں آپ ﷺ کی صحبت کی وجہ سے تھا وہ گم ہو گیا، یہی حال ہے مرشد کامل اور واصل باللہ کا جب تک اس کی صحبت میں رہو تو دل پر ایک تسلی رہتی ہے اور جب یہ صحبت جاتی رہتی ہے تو پھر دل اپنے حال پر آ جاتا ہے اور دنیا کی محبت اس میں سما جاتی ہے ولی کامل کی بڑی نشانی یہی ہے کہ جب اس کی صحبت میں بیٹھو تو اللہ تعالیٰ

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

یاد آئے اور دل دنیا سے نفرت کرے۔" (10)

اسرار التنزیل میں ہے:

" آپ ﷺ کی تعلیمات، ارشادات اور اس کے ساتھ فیض صحبت تزکیہ کی اصل ہے صرف تعلیمات تو کافر بھی سنتا اور جانتا ہے مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے فیض صحبت سے محروم ہو کر تزکیہ سے محروم رہتا ہے اور مومن ایمان لا کر ان کیفیات کو حاصل کرتا ہے، جو آپ ﷺ کی صحبت میں بٹتی ہیں چنانچہ ایک نگاہ پانے والا صحابیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوا اور یہ نعمت عظمیٰ بٹتی رہی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت میں آنے والے تابعین کہلائے اور ان سے تبع تابعین مستفید ہوئے پھر اہل اللہ نے اسی نعمت کو ان مقدس سینوں سے حاصل کیا اور خلق خدا کے دلوں کو روشن کرتے رہے، کرتے ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے کہ اسی کی برکت سے کتاب وحکمت یا کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے یہ تزکیہ یا فیض صحبت ہی اصول تعلیم کی اساس ہے۔ کتاب وحکمت کی وہ تعلیم جو انسان کے لئے راہ عمل آسان کر دے جو اس کی عملی زندگی بن جائے ورنہ پھر محض حروف کی شناخت رہ جائے گی اور اسے تعلیم کہنا درست نہ ہوگا۔

جس طرح ضرورت کے تحت دین کے مختلف شعبے وجود میں آئے، علوم ظاہری سیکھنے کے لئے باقاعدہ نصاب مرتب ہوئے۔ تمام شعبے امت کے سرکردہ لوگوں نے سنبھالے۔ جب خلوص واحسان میں کمی آئی تو برکات نبوت کے حامل لوگوں نے مراکز قائم کئے اور یہ شعبہ تصوف وسلوک کے نام سے موسوم ہوا۔ یوں سلاسل تصوف وجود میں آئے۔ ان برکات کو حاصل کرنے کا طریقہ شیخ کامل کی صحبت اور کثرت ذکر ہے۔ کثرت ذکر کا حکم قرآن میں جا بجا موجود ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ کیفیات صحبت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے نصیب ہوئی۔

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ۝۲۳ (زمر۔۲۳)

(ترجمہ) "پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔"

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

یعنی کہ برکات نبوت سے ان کا وجود کا ذرہ ذرہ ذاکر ہو گیا☆۔ اصطلاح تصوف میں اس کو سلطان الاذکار کہا جاتا ہے۔ یہ بھی وضاحت فرما دی کہ کتاب کے ساتھ مفہوم کتاب یا حکمت بھی ہے۔ یعنی حدیث مبارک اور کتاب اللہ کی وہ شرح جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی۔ ورنہ قبل ازیں تو لوگ ایسی گمراہی میں مبتلا تھے، جسے وہ خود بھی جانتے تھے۔ یعنی اپنے گمراہ ہونے کا خود انھیں بھی علم تھا۔ اور غالباً آج کے دور کی مصیبت بھی یہی ہے کہ کیفیات باطنی دنیا میں بہت کم نصیب ہوتی ہیں۔ ایسے لوگ جن کے نہ صرف دل روشن ہوں بلکہ دوسرے دلوں کو روشن کرنے کی ہمت بھی رکھتے ہوں، دنیا میں آج کمیاب ہیں۔

اور جب یہ نعمت نصیب نہیں ہوتی تو قوت عمل نصیب نہیں ہوتی۔ لوگ کتاب اللہ پڑھتے بھی ہیں، پڑھاتے بھی ہیں، مگر عمل بہت کم نصیب ہوتا ہے۔ اللہ کریم دلوں کو روشنی نصیب فرمائیں، آمین۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کو تلاش کیا جائے جو ایک روشن دل رکھتے ہوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ کیفیات کے نہ صرف امین ہوں بلکہ انھیں تقسیم بھی کر سکتے ہوں اور دوسروں کے دلوں میں بھی وہ روشنی منتقل کر سکتے ہوں، جس کے وہ امین ہوں۔

چنیں مردے کہ یابی خاک او شو
اسیر حلقہ فتر اک او شو

ایسے ہی مردوں کی غلامی حیات آفریں ہوا کرتی ہے اور حقیقی علم سے آشنائی نصیب کرتی ہیں۔ یہی ترتیب قرآنی سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ تلاوت آیات، پھر تزکیہ اور اس کے بعد تعلیم کتاب وحکمت"۔(11)

یہاں پر میں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ امت میں آج تک اہل علم "تصوف" کو بمعنی "احسان وتزکیہ" ہی کہتے اور سمجھتے رہے ہیں اور ان مقدس ہستیوں کی

☆مشہور اہل حدیث عالم وصوفی سید عبداللہ غزنویؒ کے حالات میں ملتا ہے: وکان لحمہ و عظامہ و اعصابہ واشعارہ متوجھا الی اللہ فانیا فی ذکر اللہ (ان کا گوشت، ان کی ہڈیاں، ان کے پٹھے، ان کا ہر بن مو اللہ کی طرف متوجہ رہتا تھا اور اللہ کے ذکر میں فنا ہو گیا تھا۔ (بحوالہ خطبات ومقالات سید ابوبکر غزنویؒ)

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

پہچان لفظ"صوفی" سے ہوتی رہی ہے،اور اس پر اہل علم کے ہاں کوئی اختلاف نہیں ملتا۔ یہ الفاظ مفسرین اور محدثین کے ہاں بھی انھی ہی معنوں میں مستعمل رہے ہیں۔اس لئے ایسے حضرات جو لفظ" تصوف" یا "صوفی" پہ چیں بہ جبیں ہوتے ہیں، انھیں اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔" آثار الاحسان" میں ڈاکٹر علامہ خالد محمود (ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر) جلد اول صفحہ 170 سے لیکر 196 تک زیر عنوان"صوفیاء کرام محدثین کی نظر میں،فقہاء عظام اور صوفیہ کرام"اور جلد دوم میں صفحہ 241اور صفحہ 242 "محدثین کے اہل تصوف ہونے کی شہادتیں" مفسرین ،محدثین اور فقہا کرام کے حوالے سے بات کی ہے،جس کا مطالعہ بہت سے شک وشبہات کا ازالہ کر دیتا ہے۔اوّلیں دور میں انھیں لوگوں کو اہل زہد کہا گیا ہے۔بعدازاں یہ طبقہ صوفیاء کے نام سے مشہور ہوا۔

خلاصہ بزبان سید عبدالجبار غزنویؒ:

اب اس بحث کا خلاصہ اہل حدیث عالم وصوفی الامام سید عبدالجبار غزنویؒ کے الفاظ میں سنئے،آپ فرماتے ہیں:

"علم دو قسم کا ہے،علم باللہ اور علم بالاحکام۔علم باللہ (خوف وخشیت الٰہی)انسان کو فائدہ بخشتا ہے اور محض علم احکام (فرض،واجب،حلال وحرام کی واقفی بغیر پہچانے عظمت الٰہی کے) خدا کی حجت ہے بنی آدم پر۔"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا "(فاطر:۲۸)خدا کے بندوں میں سے خدا کا وہی خوف کرتے ہیں جو علم (معرفت)والے ہیں۔

اَمَّنْ ھُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآىِٕمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝۹

بھلا جو بندگی میں لگا ہے ،اوقات شب میں سجدے کرتا ہے،اور کھڑا رہتا ہے،خوف کرتا ہے آخرت کا اور امیدوار ہے،اپنے رب کی رحمت کا تو کہہ بھلا

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

برابر ہو جائیں گے، سمجھ والے اور بے سمجھ"۔(سورۃ الزمر، آیت 9)

پروردگار نے ان لوگوں کو عالم اور سمجھ والے کہا ہے، جو شب خیز عابد و متقی ہیں اور جن پر یہ صفتیں نہیں، وہ اس زمرے میں نہیں آتے۔ان کے حق فرمایا کہ وہ گدھے ہیں، کتابوں سے لدھے ہوئے۔ كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (جمعہ:5) چار پائے بر و کتابے چند۔گدھا کتابوں کا بوجھ اٹھا کر عالم نہیں بنتا، ایسے ہی عالم بے عمل جس کو پڑھ گن کر خوف وخشیت نصیب نہ ہو وہ عنداللہ عالم نہیں کہلاتا۔احکام شریعت کا واقف ہو کر جو سگ کی مانند ہیں جیسا کتا اپنی بتقضائے طبیعت کے سبب ہر وقت ہانپتا ہے، ایسے ہی یہ لوگ اپنی بد عادت کے سبب ہر دم نافرمانی کرتے ہیں۔فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (اعراف:176)اصل علم معرفت خشیت الٰہی ہے، جو اس میں کامل ہے، وہ اس فن کے استاد اور معلم ہیں، جیسا علم احکام (حدیث وفقہ) پڑھنے کے لئے سفر ضروری ہے ویسے تحصیل معرفت اور خشیت کے واسطے سفر کرنا لازم ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ اَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَشَخَصَ بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: هَذَا اَوَانُ يُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰى لَا يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ، فَقَالَ زِيَادُ بْنُ لَبِيدٍ الْاَنْصَارِيُّ: كَيْفَ يُخْتَلَسُ مِنَّا وَقَدْ قَرَاْنَا الْقُرْآنَ؟ فَوَاللّٰهِ لَنَقْرَاَنَّهُ، وَلَنُقْرِئَنَّهُ نِسَاءَنَا، وَاَبْنَاءَنَا. فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا زِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَاَعُدُّكَ مِنْ فُقَهَاءِ اَهْلِ الْمَدِينَةِ، هَذِهِ التَّوْرَاةُ وَالْاِنْجِيلُ عِنْدَ الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى فَمَاذَا تُغْنِي عَنْهُمْ، قَالَ جُبَيْرٌ: فَلَقِيتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ قُلْتُ: اَلَا تَسْمَعُ إِلَى مَا يَقُولُ اَخُوكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ؟ فَاَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ، قَالَ: صَدَقَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اِنْ شِئْتَ

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

لَأُحَدِّثَنَّكَ بِأَوَّلِ عِلْمٍ يُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ الْخُشُوعُ يُوشِكُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَلَا تَرَى فِيهِ رَجُلًا خَاشِعًا، قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، وَمُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا تَكَلَّمَ فِيهِ غَيْرَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ نَحْوُ هَذَا، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔

(ترمذی: باب: علم کے ختم ہو جانے کا بیان۔ حدیث نمبر: 2653)

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا، ایسا وقت آنے والا ہے جو لوگوں میں سے علم اٹھایا جائے گا، یہاں تک کے کہ کچھ بھی ان کے قبضہ میں نہ رہے گا، زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کس طرح علم جاتا رہے گا، ہم نے قرآن پڑھا، آئندہ اپنے بچوں کو پڑھائیں گے، (یہ سلسلہ جاری رہے گا) آپ نے فرمایا تجھ کو روئے تیری ماں، اے زیاد! ہم تجھے مدینہ والوں میں سے دانشمند جانتے تھے (پھر تو ہماری بات نہ سمجھ سکا)۔ یہ ہیں تورایت، انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس، پس ان کو ان کتابوں سے کیا نفع ہے۔ حدیث کا راوی کہتا ہے پھر مجھے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا اتفاق ہوا، ان سے میں نے ذکر کیا، ابوالدردا رضی اللہ عنہ ایسا فرماتے ہیں، عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں، اگر تو چاہے تو میں تجھے بتلا دوں، وہ علم جو لوگوں میں سے پہلے اٹھایا جائے گا، وہ خشوع (خوف الٰہی) ہے اور قریب ہے کہ وہ حالت کہ تو جامع مسجد میں جائے اور کسی شخص کو حالت خشوع میں نہ دیکھے۔ (ترجمہ مولانا سید عبدالجبار غزنوی)

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ الفاظ اور معنی کی واقفیت علم نہیں، خوف خدا اور

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

معرفت الٰہی کو علم مقبول کہا جاتا ہے۔(12)

جب منکرین تصوف ملّا قصوریؒ☆ نے صحبت صوفیاء کیفیات قلبی (برکات نبوت) کا انکار کیا تو جواباً آپ نے کیفیات قلبی کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی:

"بے شک اہل اللہ کی صحبت میں عبادت کی اور ہی لذت و کیفیت ہوتی ہے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے حضور و صحبت کی برکت سے اسی توجہ دلی سے نماز پڑھتے کہ دشمنوں کے تیر بدن میں گھس جاتے اور فرطِ حلاوت سے جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے، اپنی حالت کی طرف توجہ نہ کرتے۔ یہ قصہ ابو داؤد میں ہے مصنف (منکر تصوف ملّا غلام علی قصوری) نے اس قسم کا خشوع وحضور تبتل الی اللہ کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا، اس لئے منکر ہو بیٹھا"۔

صوفیاء کرام کے ایسے حالات ہزاروں نے دیکھے ہیں، اگر بعض مسائل میں ایسے بزرگوں سے خطا بھی ہو جائے، تو رتبہ صدیقیت دحب ہوتی جو ان کے دل وجان کی روح ہے ان کو نور و تجلی بخشتا ہے:

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ

اللہ نور کی مثال بیان فرماتا ہے، قریب ہے کہ تیل اس کا خود روشن ہو جائے، اگرچہ نہ چھوئے اس کو آگ نور ہے، اوپر نور کے رہنمائی کرتا ہے، اللہ واسطے اپنے نور کے جس کو چاہئے۔ (سورۃ النور، آیت 35)

☆۔ منکر تصوف مولوی غلام علی قصوری نے اس زمانے میں صوفیاء کی تنقیص میں ایک رسالہ لکھا۔ اس کے جواب میں اہل حدیث عالم وصوفی سید عبد الجبار غزنویؒ نے اثبات بیعت والہام لکھی۔ آپ نے اس کتاب کی تصدیق وایماء شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ اور نواب صدیق حسن خانؒ سے لی تھی۔ یعنی اس زمانے کے علمائے اہلحدیث میں تصوف پر کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ منکرین تصوف ان حضرات کے نزدیک جاہل تھے جیسا کہ مذکورہ کتاب میں سید عبد الجبار غزنویؒ کے لب ولہجہ سے ثابت ہوتا ہے۔

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

صحبت کے برکات وفوائد احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہیں، فرمایا کہ صحبت صالح کی مانند صحبت مشک فروش ہے جو پاس بیٹھے گا بے نصیب نہ رہے گا۔ صحیحین میں ہے، ذاکرین خدا ایسی قوم ہیں جن کا ہمنشین محروم نہیں رہتا اگر مصنف کو اس کیفیت کی خبر ہوتی، تو انکار نہ کرتا۔ اہل غفلت اور اہل اللہ کی نماز باہم کچھ نسبت نہیں، اللہ جل شانہ فرماتا ہے **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵** (سورۃ الماعون) "پس تباہی ہے واسطے ان نمازیوں کے جو اپنی نماز سے غافل ہیں" اور فرمایا **قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲** "بے شک کامیاب ہوئے وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں" (سورۃ المومنون)

ان دونوں آیتوں کو بنظرِ تدبر دیکھو۔ غافلوں کی نماز سبب ویل خرابی کا فرمایا اور خشوع کرنے والوں کی نماز موجب فلاح وخلاصی کا۔

اور حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں" **ان العبد الينصرف من صلوه و لم يكتب له منها الا نصفها الا ثلثها حتى قال الا عشرها**، خدا کا بندہ نماز کو پڑھ کر فارغ ہو بیٹھتا ہے اور نامہ وعمال میں اس کے نماز سے کبھی نصف لکھا جاتا ہے کبھی تہائی، یہاں تک فریایا کبھی دسواں حصہ۔ رواہ اصحاب السنن۔ یہ کمی بیشی ثواب کی بہ سبب قلت اور زیادت خشوع اور حضور نماز کے ہے۔ ورنہ بحسب ظاہر تو سب برابر ہیں۔ ان نصوص پر اگر مصنف ☆ غور کرتا بمشیت الٰہی شاہد حقیقت امر اس پر منکشف ہو جاتی"۔(13)

مزید فرماتے ہیں:

"صحابہ کبار میں سے ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے تمام عمر گھر بار نہیں بنایا، رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں اوقات زندگی کی ،لوگ اچھا کھاتے، اچھا پہنتے اور یہ معتکفان بارگاہِ عالی بحالت فاقہ مستی دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر وہی پڑے رہتے تا کہ پیٹ بھر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا فیض حاصل کرے اور معرفت الٰہی سے مستفیض ہوں۔ ایسا ہی اس آخر زماں میں کوئی اس سنت پر عمل کرے اور واسطے تحصیل علم باللہ کے کسی عالم حقانی کی

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

خدمت میں جارہےتو بے شک عنداللہ مستحق اجر کا ہوگا، البتہ جس کے ایمان میں ضعف ہے، وہ مہاجرت فی سبیل اللہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ رب العالمین نے منافقوں کے حالات نقل کئے ہیں، کبھی کہتے ہیں شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا (سورۃ فتح:11) کبھی عذر کرتے ہیں اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ (احزاب:13) ہمیں مال اور اہل عیال کا فکر رہتا ہے۔ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، کوئی خبر گیر اور محافظ نہیں۔ افسوس کہ ملّا قصوری پیرانِ سنت پر اعتراض کرتا ہے اور روشِ منافقین کی طرف رغبت دلاتا ہے۔"(14)

اور یہ اعتراض کے علماء ظواہر کی صحبت کو چھوڑ کر علماء باطنی کی طرف طالبِ تصوف و احسان کیوں جاتے ہیں، "اور عذر ان کا کہ ہم مسائل پوچھنے جاتے ہیں، حالانکہ وہ آپ بھی علم والے اور قرب جوار میں بھی عالم ہیں، پھر ان کا یہ کہنا بہانہ ہے" اس کے جواب میں آپؒ فرماتے ہیں:

"یہ عذر ان کا اہل بصیرت کے نزدیک درست ہے جس علم کے وہ طالب ہیں، اس علم سے تم اور ہم جیسے عالم بے خبر ہیں وہ علم ہماری تمھاری صحبت سے ہاتھ نہیں لگتا، وہ اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، اس آخر زمانہ میں علم باللہ یعنی احسان اور اخلاص خلق اللہ میں سے ایسا اٹھایا گیا ہے۔ کہ اگر شاذ و نادر کوئی اس عالی رتبہ کو پہنچتا ہے، لوگ اس کو دیوانہ مجنوں سمجھتے ہیں، خاص کر کے جن کو نیچر سے لگاوٹ ہے وہ تو منہ پھاڑ پھاڑ کر اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔"(15)

یہ بات پیش نظر رہے کہ میری اس کاوش کا مقصد کوئی مناظرہ ومجادلہ یا انتشار پھیلانا نہیں، بلکہ خلوص دل کیساتھ تصوف واحسان کی حقیقت کو پیش کرنا، اور وہ احباب جو کسی بھی وجہ سے تذبذب کا شکار ہیں، ان تک یہ حقیقت پہنچانا مقصود ہے۔ اللہ پاک ہمیں صراط مستقیم کی سمجھ اور فکر عطا فرمائیں۔ آمین

عجب چیز ہے لذت آشنائی   دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

مستحق ہونگے لیکن حضرات مشائخ دل میں کسی خاص کفیت کے پیدا کرنے کے لئے مثلاً اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھانے کے لئے یا دل میں حضوری اور بیداری کی کفیت پیدا کرنے کے لئے یا کسی خاص روحانی اور قلبی مرض کے علاج کے لئے خاص خاص طریقوں سے ذکر بتلاتے ہیں۔

اس میں اس تعداد اور طریقوں کی پابندی ضروری ہے، کیونکہ جس مقصد کے لئے وہ ذکر کیا جاتا ہے وہ اسی طریقہ سے حاصل ہوتا ہے، اس کی موٹی سی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف ثواب حاصل کرنے کے لئے الحمد شریف یا قرآن شریف کی کسی اور سورت کی تلاوت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ ایک دفعہ صبح کو تلاوت کرے، ایک دفعہ دوپہر کو، ایک دفعہ ظہر کے وقت اور ایک دفعہ شام کو اور اسی طرح دو چار دفعہ رات میں، لیکن وہ اگر اسی صورت کو حفظ بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کو مسلسل بلا کسی وقفہ کے بیسوں دفعہ ایک ہی نشست میں پڑھنا پڑھے گا، اس کے بغیر وہ یاد نہیں کر سکے گا۔ بس فرق یہی ہے اس عام ذکر میں جو صرف ثواب کے لئے کیا جاتا ہے اور اس خاص ذکر میں جو حضرات مشائخ، اہل سلوک کے بطور علاج اور تدبیر کے تجویز کرتے ہیں بہت سے لوگوں کو ذکر کی ان قسموں کا فرق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے علمی اور فقہی الجھنیں ہوتی ہیں ۔(31)

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ذکر الہٰی سے دلوں کو روشن کریں۔ اور مجادلت کو چھوڑ کر ایک دوسرے کے موقف کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ تاکہ یہ معاشرہ یہ قوم حقیقی طور پر وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران۔103) کی تصویر بن جائے۔ اللہ پاک ہم کو علمِ ظاہر و باطن سے نوازیں اور آپس کے اختلافات دور فرمائیں، ہمارے دلوں کو ایک دوسرے کی محبت سے بھر دے۔ آمین

صفت برق چمکتا ہے میرا فکر بلند
کہ بھٹکتے نہ پھریں ظلمت شب میں راہی

http://siqarahlibrary.blogspot.com/

باب اوّل

تصوف واحسان اور مسلک علمائے اہلحدیث

علم تصوف وسلوک ایک حقیت ہے اور کسی بھی حقیقت سے کوئی بھی منصف مزاج اور سلیم الفطرت شخص انکار نہیں کرسکتا۔علم سلوک کی اہمیت وافادیت اس قدر مسلمہ ہے کہ امت میں بڑے بڑے نامور لوگوں نے اس کو اختیار کیا ہے، اور اس دور سے پہلے امت میں کوئی ایسا گروہ پیدا نہیں ہوا، جو مطلقاً تصوف کا انکاری ہو، مگر اس قحط الرجال کے دور میں ایسے ناعاقبت اندیش لوگ موجود ہیں جو نہ صرف علم سلوک سے انکاری ہیں بلکہ ان مقدس ہستیوں کو برا بھلا کہنے سے بھی نہیں چوکتے ۔ جو لوگ تصوف واحسان کے معاملے میں افراط وتفریط کا شکار ہو گئے ہیں ۔ ان کے متعلق شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

طائفه ذمت الصوفيه والتصوف مطلق وقالوانهم مبتدعون خازجون من السنة۔ وطائفة غلت وادعواانهم افضل الخلق و اكملهم عدالانبياءوكلافى هذه الامرذميم۔ والصواب انهم مجتهدون فى طاعة الله كما اجتهاد غير هم من اهل طاعة الله فقيهم السابق المغرب حسب اجتهادو فيهم المقتصد الذى هو من افضل اليمين۔ ومن المنتين اليهم من هو ظالم بنفسه عاصلر به (1)

ترجمہ: یعنی ایک جماعت نے مطلق صوفیاء اور تصوف کی برائی کی ہے اور ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ بدعتیوں کا طبقہ ہے جو اہل سنت سے خارج ہے، اور ایک جماعت نے صوفیاء کے بارے میں غلو سے کام لیا ہے اور انبیاء علیہ السلام کے بعد ان کو سب سے افضل قرار دیا ہے اور یہ دونوں باتیں مذموم ہیں، درست بات یہ ہے کہ صوفیاء اللہ کی اطاعت کے مسئلہ میں مجتہد ہیں جیسے دوسرے اہل اطاعت اجتہاد کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے صوفیاء میں مقربین اور سابقین کا درجہ حاصل کرنے والے بھی ہیں اور ان میں مقتصدین کا بھی طبقہ ہے جو اہل یمین میں سے ہیں اور اس طبقہ صوفیاء میں سے بعض ظالم اور اپنے رب کے نافرمان بھی ہیں۔

شیخ ابن تیمیہؒ کے علاوہ عہد حاضر کے اکثر و بیشتر علماء مسلک اہل حدیث سلفی تحریک سے بہت متاثر نظر آتے ہیں، سلفی تحریک کے بانی شیخ عبدالوہاب نجدی فرماتے ہیں:

اعلم أرشدك الله ان الله سبحانه وتعالى بعث محمدا صلى الله عليه وسلم بالهدى الذى هوالعلم النافع ودين الحق هوالعمل الصالح اذاكان من ينتسب الى الدين منهم من يتعانى بالعلم والفقه ويقول به كالفقهاء ، ومن يتعانى العبادة وطلب الأخرة كالصوفية ، فبعث الله نبيه بهذا الدين الجامع للنوعين (جزءفتاوىومسائل، جمع وتصحيح شيخ صالح بن عبدالرحمن وغيره، الصفحة 31، المسألةالخامسة)

خوب جان لو اللہ تعالیٰ تیری راہنمائی فرمائے، اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اس ہدایت کے ساتھ بھیجا جو علم نافع ہے اور دین حق کے ساتھ بھیجا جو عمل صالح ہے اور وہ لوگ جو دین کی طرف نسبت رکھتے ہیں، ان میں سے بعض

وہ ہیں جو علم وفقہ کے ساتھ مشغول ہیں جیسے فقہاء کرام اور بعض وہ ہیں جو عبادت وطلب آخرت میں مشغول ہیں جیسے صُوفیاءکرام، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دین کے ساتھ بھیجا جو ان دونوں قسموں کو جامع ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ علم سلوک کے پورے قائل تھے بلکہ سالکین کی صفِ اوّل کے فرد تھے۔ شیخ کی تالیفات میں ایک کتاب الفقہ ہے اس کی جلد ثانی کے صفحہ 4 پر آپ نے چھ علوم ذکر فرمائے ہیں، ان میں تیسرے نمبر پر علم السلوک کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر ملحق المصنفات کے صفحہ 124 پر لکھتے ہیں:

ولهذا كان مشائخ الصوفية العارفون يوصون كثيرا بمتعة العلم

اوراسی لئے مشائخ صوفیہ اہل عرفان علم کی پیروی کی بہت وصیت کرتے چلے آئے ہیں۔

پھر صفحہ 182 پر لکھتے ہیں:

ومن العجائب فقيه صوفي وعالم زاهد

یعنی فقیہ بھی ہو اور صوفی بھی، اور عالم بھی ہو اور زاہد بھی کیا یہ جمع قدرت کے عجائبات میں سے نہیں؟

شیخ کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے خاندان کا مسلک ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ولا ننكر الطريقة الصوفياء وتنزيهة الباطن من رذائل المعاصى المتعلقة بالقلب وا لجوارح مهما الستقام صاحبها على القانون الشرعى والمنهج القويم المرعى"
(الهدايه السنيه ص50)

ہم طریق صوفیہ اور باطن کو رزائل ومعاصی سے جو دل اور دیگر اعضاء سے تعلق رکھتے ہیں پاک کرنے کی محنت کا انکار نہیں کرتے، جب تک شریعت کی پابندی ہوتی رہے اور اس منہج قویم کی روایت شامل حال رہے۔(2)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس چیز کی جتنی زیادہ اہمیت ہوتی ہے وہ شے اتنی ہی نایاب اور اس کی نقل بھی اتنی ہی عام ہوتی ہے۔تصوف وسلوک کے معاملہ میں بھی یہی کچھ ہوا۔ یہ جتنی نایاب اور عظیم دولت تھی، اتنی ہی اس کی نقل بھی تیار ہوئی، اس لیے ہر عہد میں جہاں علماء نے تصوف وسلوک کی اہمیت وافادیت کوواضح کیا، وہاں پر تصوف و سلوک کے نام پر پیدا ہونے والی بدعات وخرافات کا بھی سختی سے رد کیا۔تصوف اسلامی کی اصل دشمن غیر مسلم قوتیں ہیں جو کہ اس بات کو اچھی طرح جانتی ہیں کہ اگر تصوف اسلامی عالم اسلام میں رائج ہوگیا تو پھر یہ سویا ہوا شیر بیدار ہوجائے گا۔اس لیے باقاعدہ جس طرح نقلی علماء تیار ہوئے بالکل اسی طرح نقلی صوفیاء بھی تیار ہوئے اور پھران کے مقابلے میں ایسے لوگ کھڑے ہوئے جو اصل اور نقل میں فرق نہیں کر سکتے تھے، پھر ایسے نا معقول لوگ بلا دھڑک تصوف اسلامی پر بھی لعن طعن کرتے ہیں، اور یوں تصوف اسلامی کو عوام میں پہنچنے سے روکنے کی لاحاصل سعی کرتے ہیں۔مسلک اہلحدیث اپنی مخصوص نفسیات کی وجہ سے اس پروپیگنڈے کا سب سے زیادہ شکار رہا۔اس عہد کی نئی پود تو نہ صرف تصوف سلوک سے نابلد ہے، بلکہ تصوف اسلامی کی سخت مخالف بھی ہے اور افسوس یہ ہے کہ یہ مخالفت کوئی علمی بنیادوں پر نہیں بلکہ کھلی جہالت اور ضد پر ہے۔ورنہ اس عہد میں جسے ہم مسلک اہلحدیث کہتے ہیں، اگر اس مسلک کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو اکابرین اہلحدیثؒ کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے، جو اپنے وقت کے صاحب کشف وکرامات اور صاحب نسبت صوفی بزرگ تھے۔

راہِ اعتدال مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ:

مولانا ثنااللہ امرتسریؒ نے تصوف واحسان کے موضوع پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ "شریعت وطریقت" تصنیف فرمایا ہے، آپ اس کی وجہِ تصنیف یہ بیان فرماتے ہیں:

"اس مسئلہ کی غلط فہمی سے کہ شریعت کو طریقت سے کیا نسبت اور تعلق ہے مسلمانوں میں سخت افراط وتفریط ہو رہی ہے بعض بلکہ اکثر جہال تو اس بہانے سے

کہ شریعت ظاہر ہے اور ظاہر بینوں کے لئے ہے تمام احکام شریعت کو جواب دے بیٹھے ہیں۔ شریعت مطہرہ کے کسی حکم کا ادب ان کے دل میں نہیں ہے حتیٰ کہ نماز روزہ کو بھی جونشانِ اسلام سمجھے جاتے ہیں، یہ نالائق ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنے والے صاف صاف لفظوں میں جواب دیتے ہیں اور کھلے منہ بغیر مطلب سمجھنے کے ایسے راگ الاپتے ہیں۔

ے نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا نہ جا مسجد نہ دے سجدہ
وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

ایسے ہی جاہلوں کے زخم اٹھا کر بعض اہل شریعت، طریقت اور تصوف سے منکر ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہی نمازیں جو ہم سیدھی ٹیڑھی پڑھتے ہیں بس یہی اصل اسلام ہیں، یہی پیغمبر اسلام علیہ السلام کی تعلیم کا خلاصہ اور اصل ہیں مگر بغور دیکھیں تو دونوں کی رائے غلط۔ گو پہلے فریق کی تو اغلط بلکہ کفر تک پہنچتی ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اس رسالہ میں شریعت وطریقت کی نسبت اور تعلق بتلاؤں، جو پیغمبر علیہ السلام نے ان دونوں کو بتلایا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ طریقت اور تصوف بیان مشکل ہے جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ ۔

فنّ التصوّف ما ادقّ بتحیر فیه الامر الرازی

"یعنی تصوف کا فن ایسا باریک ہے کہ امام رازیؒ جیسے فاضل اجل اور باریک بین بھی اس میں حیران وسرگرداں ہیں۔"

پھر مجھ جیسے کج مج زبان سے کیونکر اس کا مطلب ادا ہو سکے۔ مگر چونکہ اس مسئلہ کو بزرگانِ دین اور اکابرانِ ملّت قویم علماء کرام وصوفیاء عظام رضی اللہ عنہم نے جو شریعت اور طریقت کے مسلّمہ امام ہیں واضح طور سے بیان کیا ہوا ہے، لہٰذا انہی کی کتابوں سے نقل کر کے مسئلہ ہذا کی توضیح کرتا ہوں۔ الفضل اللمتقدم"۔(3)

پروفیسر محی الدین (روز نامہ اوصاف) کی رائے:

معروف کالم نگار پروفیسر محی الدین (روز نامہ اوصاف (4) میں لکھتے ہیں:

"عام طور پر اہلحدیث جن کو غیر مقلد کہا جاتا ہے، اور جو وہابی کے نام سے بھی پکارے جاتے ہیں ان کو تصوف اور روحانیت سے نابلد کہہ کر روحانیت اور تصوف کے مخالف بتائے جاتے ہیں مگر یہ بات ان پر تہمت ہے۔عملاً حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔غزنوی علمائے کرام تصوف اور روحانیت سے گہرا شغف رکھتے تھے، روحانی سلسلہ کے آخری مدارج طے کرنے والے پروفیسر ابوبکر غزنوی تھے جو داتا دربار کے ساتھ بالکل ساتھ ہی اہلحدیث مدرسہ کے منتظم بھی تھے اور شیش محل روڈ پر واقع مدرسے کے ہال میں خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔آپ کے خطبہ میں اکثر اہل علم، دانشور اور وکلاء آتے تھے۔ پینٹ کوٹ پہننے والا یہ پروفیسر بہت بڑا صوفی اور روحانیت کی دنیا کا واضح کردار تھا۔ان کے آباؤاجداد اسی تصوف پر کاربند تھا، جو شریعت کا پابند تھا۔مشرقی پنجاب میں لکھوی خاندان کو بڑی شہرت حاصل تھی۔مولانا حافظ محمد لکھوی نے پنجابی زبان میں تفسیر قرآن لکھی اور ان کی دوسری کتاب "حوالِ آخرت" ہے، اور بھی کچھ تصنیفات ہیں، اور یہ سب روحانی اور دینی مفہوم کی پنجابی زبان میں ہیں۔ یہ خاندان تصوف اور روحانیت پر کاربند رہا ہے"۔(روز نامہ اوصاف)

اکابر اہلحدیث کے ساتھ ایک بڑی زیادتی یہ ہوئی کہ اولاً تو ان میں سے اکثر کی سوانح حیات مرتب نہیں ہوئی ہیں اور جو مرتب کی گئی ہیں ان میں اکابرین اہلحدیث کا جو تعلق تصوف وسلوک کے ساتھ تھا، اسے نہ صرف مبہم کر کے پیش کیا گیا بلکہ ایک حد تک تو اسے پس پردہ کر دیا گیا ہے۔ اور یوں نئی پود کے پاس تصوف کے رد میں مولانا کیلانی کی "شریعت وطریقت" نامی کتاب تو آ گئی، مگر اکابرین اہلحدیث کا تصوف اسلامی نہ آ سکا۔(5)

مولانا ابوالکلام احمد دہلوی کا اہم مکتوب اور مولانا محمد اسحاق بھٹی کا تبصرہ:

عموماً علمی حلقوں میں یہ بات کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اکابر اہلحدیث کا جو تعلق تصوف وسلوک کے ساتھ تھا، وہ آج کے سلفی حضرات میں ناپید ہو چکا ہے۔ گو کہ اس بات میں حقیقت ضرور ہے مگر پوری طرح اس بات سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ روحانیت کی آج بھی اہل حدیث حضرات میں کہیں کہیں ایک دھندلی سی جھلک نظر آ جاتی ہے۔ معروف سوانح نگار مولانا محمد اسحاق بھٹی نے " تذکرہ مولانا غلام رسول قلعویؒ" میں مولانا ابوالکلام احمد دہلوی کے ایک مکتوب کا ذکر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

" مولانا ابوالکلام احمد دہلوی صاحب دہلی میں رہتے ہیں، استاذ الاساتذہ ہیں اور پرانے لوگوں میں سے ہیں۔ اس خط میں تصوف کے متعلق مولانا ابوالکلام احمد دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

سلفیوں کی بابت دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہوائی ہے، کہ انھیں علمِ باطنی میسر نہیں۔ وہ اہل ظواہر ہیں، طریقت نہیں جانتے، صرف شریعت سے واقف ہیں۔ واشگافانہ الفاظ میں کہوں تو ان کے نزدیک یہ لوگ تصوف سے نابلد ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ ان خطوط کو شائع کر دوں☆ اور اس پر ایک مبسوط مقدمہ لکھوں تا کہ دنیا باخبر ہو جائے کہ اہلحدیث کے یہاں علم طریقت وتصوف ہے، مگر وہ مبنی بر کتاب وسنت ہے، اور اہل حدیث کو مطعون کرنے والوں کو بتایا جائے کہ ؎

لذتِ بادہ ناصح کیا جانے
ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

ہمارے علم طریقت کی چاشنی کتاب وسنت کے مخلوطہ سے وجود میں آئی، اوروں کے یہاں انحراف ہے اور زیغ وضلالت۔ ھداھم اللہ الیٰ

☆ مکتوبات مولانا غلام رسول قلعویؒ

صراط مستقیم۔(6)"

اسی مکتوب پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

"مولانا ابوالکلام احمد نے اہل حدیث کے علم تصوف اور علم طریقت کا جس انداز میں ذکر فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ اس باب میں مولانا کے جذبات قابل قدر ہیں۔ انھیں اس موضوع پر کھل کر لکھنا چاہئے اور اہل حدیث علماء کی کرامات اور ان کی قبولیت دعا کے واقعات کی تفصیل بیان کرنی چاہئے، اس سلسلے میں بہت عرصہ ہوا مولانا عبدالمجید سوہدری مرحوم مغفور نے کچھ کام کیا تھا☆ اور بڑی عمدگی سے بعض اہلحدیث علمائے کرام کی کرامتوں کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اصحابِ کرامات علمائے اہلحدیث کی اس فہرست میں انھوں نے حضرت سید عبد اللہ غزنویؒ، مولانا غلام رسول قلعویؒ اور قاضی سلیمان منصور پوری رحہمہ اللہ کے اسمائے گرامی درج فرمائیں ہیں۔(7)"

☆ بھٹی صاحب کا اشارہ کرامت اہل حدیث کی طرف ہے۔

باب دوم

خدماتِ صوفیاء اور
علمائے اہلحدیث کا اعتراف

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مسلک اہلحدیث اور احناف جہاں علوم ظاہر و باطنی میں ایک ہی استاد (حضرت الامام شاہ ولی اللہؒ) کے شاگرد ہونے کے ناطے سے (فروعات کے اختلافات کے علاوہ) کوئی بڑا اختلاف نہیں رکھتے تھے وہاں تصوف وسلوک کے مسئلے پر دونوں مکتبہ فکر میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں تھا۔ بلکہ دونوں مکتبہ فکر کے اکابرینؒ کا تصوف سلوک سے گہرا تعلق وشغف تھا اور یہ شخصیات کوئی معمولی درجہ کے لوگ نہ تھے، بلکہ ان کا شمار آئمہ واساتذہ میں ہوتا ہے۔

احناف کی اس موضوع پر بڑی جامع اور مدلل تصنیفات موجود ہیں اور اکابرین اہلحدیث کی بے شمار تقریریں، تحریریں اور کتب نہ صرف اس لگاؤ کو ظاہر کرتی ہیں، بلکہ باوجود مسلکی اختلاف کے، تصوف کے معاملے میں، ایک دوسرے کے شاگرد بھی ہیں۔ البتہ اہل حناف کو اس معاملہ میں برتری ضرور حاصل ہے۔ کیونکہ بلند ترین مناصب اولیاء کاملین کا تعلق زیادہ تر فقہ حنفی سے ہے۔ جس طرح جہالت کی تند وتیز آندھیوں نے جہاں ان دونوں مکتبہ فکر کے درمیان باقی معاملات میں ایک دیوار کھڑی کی، وہاں بدقسمتی سے تصوف وسلوک کے مسئلے پر بھی ان کا اختلاف وجود میں آ گیا اور

ایک ظلم یہ بھی ہوا کہ دونوں مکتبہ فکر کے درمیان شدید انتشار پیدا ہوا اور کئی گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور یہ اختلاف فروعات سے لے کر عقائد تک کا ہے۔ اہل احناف نے تو اس موضوع پر زور قلم بھی صرف کیا ہے۔ اس سلسلہ میں مفتی سعید احمد خان دامت برکاتہم کی تصنیف "دیوبند کی تطہیر ضروری ہے" لائق تحسین ہے۔

عہد حاضر کے اکثر اہلحدیث حضرات تو اس کارِ خیر سے محروم ہی نظر آتے ہیں البتہ البتہ گاہے گاہے تقریر وتحریر میں اہل دانش وبینش کی مذمت ضرور ملتی ہے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب اپنے ہم مسلک احباب کو اپنے اکابر سے بے رخی و نا قدری برتنے پر بطورِ تنبیہ لکھتے ہیں:

> "افسوس اہلحدیث حضرات اس اہم نقطے کو لائق التفات نہیں گردانتے۔ ان میں سے بعض حضرات اس قسم کے کام چھوڑ کر آج کل صوفیاء کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی اور یہ غلط کردار لوگ ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کا واسطہ ایسے ہی لوگوں سے پڑا ہو، جنھیں صوفی کہا جاتا ہو اور وہ غلط کردار ہیں، حالانکہ غلط کرداری کسی صوفی کے ساتھ مختص نہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ہمارا واسطہ کسی غلط کردار صوفی سے نہیں پڑا۔ ہمارا تعلق ہمیشہ نیک سیرت صوفیاء اور عالی مرتبت اہل علم سے رہا ہے۔" (1)

مولانا شریف اللہ سلفی جامعہ عالیہ عربیہ مئو فرماتے ہیں:

"تیرہویں صدی ہجری میں ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی زوال کی تکمیل ہوتی ہے لیکن یہیں سے ان کے اندر معاشرتی اصلاح، مذہبی احیاء اور علمی دینی تحریکوں کے وجود کا دور بھی شروع ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۷۶ھ) اور ان کی اولاد و اخفاد نیز شاگردان ومستفیدین حضرات: شاہ عبدالعزیز (۱۲۴۶ھ) شاہ رفیع الدینؒ (م ۱۲۴۹ھ) شاہ عبدالغنیؒ (م ۱۲۲۸ھ) شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (۱۲۴۶ھ)

شاہ محمد اسحاق مہاجر مکیؒ (م۱۲۲۶ھ) وغیرہ نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا بلند کی اور پورا ہندوستان ان کے علم وفکر سے فیضیاب ہوا۔(2)

فاضل جلیل نواب سید صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں:

"صدر اوّل سے آج تک ہر صدی کے آخر یا اوّل میں مجددین ہوتے ہیں۔ملوک اسلام نے مساجد، مدارس، رباطات، قناطیر اور طرق وغیرہ مراسم اسلام کی تجدید کی۔ علماء نے ایمان کی تجدید کی، بدعات مذہب کو دور کیا اور شرک وکفر کے مٹانے میں سعی وافر بجالائے۔مشائخ صوفیہ نے بدعاتِ احسان کو مٹایا، سلوکِ صافی کو رواج دیا اور بعض نے یہ سب کام کئے۔ بارہویں صدی کے اول میں سید احمد بریلوی اور ان کے خلفاء مجددین ہوئے۔"(3)

مزید فرماتے ہیں:

"مجھے معلوم ہے کہ حق ان مذاہب اربعہ میں دائر ہے، مگر منحصر نہیں۔اس لئے کہ اہلحدیث، ظاہریہ اور صوفیہ بھی حق پر ہیں، بلکہ یہ لوگ اہل حق میں سب سے افضل ہیں۔(4)

مزید فرماتے ہیں:

"اگرچہ مجھے علوم رسمیہ، درسیہ، متداولہ سے تحصیل فنون کے سبب اوسط درجہ کی مناسبت ہے، لیکن علم تفسیر، حدیث، فقہ سنت اور علوم تصوف کا میرے دل پر غلبہ وتسلط ہے، اور میرے پاس ان چار علوم کی کتب زیادہ ہیں اور میری زیادہ تر تالیفات بھی انہیں علوم میں ہیں۔(5)

آپ صوفیاء عظام کی صحبت کو باعث برکت سمجھتے تھے۔فرماتے ہیں:

"اہل اللہ اور اہل علم کی صحبت میں ایک نہایت سریع الاثر مخصوص برکت موثرہ ہوتی ہے، جو مجھ سے فوت ہوگئی ہے۔ہم ایسے دور میں آئے ہیں کہ دین پر ثابت قدم رہنا

مشکل معلوم ہوتا ہے، مقاماتِ احسان وعرفان بہت دور ہیں۔

يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ

اس کے باوجود مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مذکورہ لوگوں سے محبت آخرت میں نافع ہوگی۔(6)

مولانا اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ ان کی تصوف کے موضوع پر ستر ہ تصنیفات ہیں۔

سید عبدالجبار غزنویؒ فرماتے ہیں:

صوفیہ کرام بتوفیق ملک علام درہم ودینار کو ٹھیکری برابر نہیں سمجھتے، ہر طرف سے مال بے شمار آتا ہے اور خلق اللہ پر فی سبیل اللہ الخیر نثار کر دیتے ہیں، اگر پچھلے منقولات کا اعتبار نہ ہو تو بقیۃ الاولیاء فخر الاصفیاء مولوی عبداللہ غزنوی رضی اللہ عنہ کا حال اپنے دل اور دیگر ہمعصروں سے دریافت کریں۔(7)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ تاریخ اہل حدیث، حصہ سوم میں فرماتے ہیں:

ہندوستان میں علم وعمل بالحدیث کے تحت جن علماء کا ذکر کیا، ان میں اکثر و بیشتر محدث ہونے کے علاوہ صوفی بھی تھے۔ مولانا میرؒ نے جہاں ان حضرات کا عمل بالحدیث ہونا ذکر کیا ہے، وہاں آپ نے ان حضرات کے ذوقِ تصوف کا تذکرہ بھی بڑے فخر سے بیان کیا ہے۔(8)

مولانا عبدالمجید سوہدریؒ صوفیاء عظامؒ کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے ہندی مسلمانوں کی اصلاح وہدایت اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احیاء اور بقا کے لئے یہاں بھی مجددین و مصلحین کا سلسلہ جاری رکھا۔ ردِ شرک وکفر اور دفع بدعت و ضلالت کیلئے سرزمین ہند میں بھی موحدین، اولیاء، اقطاب، ابدال، علماء، فضلاء تشریف لاتے رہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، صابر کلیریؒ فرید الدین گنج شکرؒ، خواجہ علی ہجویریؒ (المعروف گنج بخشؒ) ایسے بزرگانِ دین وملت،

شرک وبدعت کے استیصال اور کفر والحاد کی تردید کے لئے ہی پیدا ہوئے۔مگر وائے نادانی! کہ ان کے بعد انہی حضرات کی قبور کو مزارات بنا کر ان پر سجدہ ریزی و ناصیہ فرسائی شروع کر دی۔(9)

مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب برصغیر میں علمائے اہلحدیث کی آمد میں فرماتے ہیں:

قدیم علمائے برصغیر میں سے شیخ فریدالدین پاک پتنؒ، شیخ نظام الدین اولیاءؒ، شیخ حسین بن احمدؒ بخاری جہاں گشت اوچ شریف، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، شیخ علی متقیؒ، شیخ عبدالوہاب متقیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے فرزند گرامی، مرزا مظہر جان جاناںؒ، حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ، میاں سید نذیر حسین دہلویؒ، امرتسر کے خاندانِ غزنویہ کے علمائے اکرام لکھوی خاندان کے علمائے عالی قدر، روپڑی اصحابِ علم، حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ، مولانا غلام رسول قلعویؒ قلعہ میہاں سنگھ والے وغیرہ بے شمار علمائے اہلحدیث نے علوم کی تشریح و اشاعت کیلئے بڑھ چڑھ کر خدمات کی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔(10)

گلستان حدیث میں فرماتے ہیں:

"یاد رہے کہ برصغیر میں اسلام مسلمان بادشاہوں کی تلوار کے ذریعے نہیں پھیلا بلکہ یہ بوریا نشینوں اور مسجدوں کی چٹائیوں پر اللہ کی واحدانیت کا درس دینے والوں کے فیوضات وبرکات کے سایہ میں پھیلا۔"(11)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اپنے رسالہ "شریعت وطریقت" میں حاصل بحث یہ فرماتے ہیں:

یہ امر بالوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ صوفیاء اکرام واولیاء عظام کی محبت اور ان کی تعظیم وتکریم ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض وعناد گمراہی اور ضلالت ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام شریعت کا ایک صحیح نمونہ ہیں۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ شریعت کی انہوں ہی نے تعمیل کر کے دکھائی ہے۔ پھر کیا جو شخص شریعت کی پابندی

کریں بلکہ اس کا صحیح نمونہ ہو، اس سے کینہ و عداوت رکھنے والا ایمان دار اور مسلمان ہوسکتا ہے؟ حاشا وکلا!

حدیث قدسی میں ہے:

مَنْ عَادَیٰ لِی وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ

خدا فرماتا ہے جو میرے کوئی میرے ولی سے عداوت رکھے میرا اس سے علان جنگ ہے۔(12)۔

(بحوالہ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث نمبر: 6021)

باب سوم

اکابرینِ مسلکِ اہلحدیث کی
تحصیل السلوک کیلئے دعوتِ فکر

اکابرین مسلک اہلحدیثؒ کی تقاریر وتحریر سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اکابرینؒ کو اس بات کی بڑی فکر لاحق تھی کہ ظاہری علوم کے ساتھ باطن پر بھی توجہ دی جائے، اور باطن کو سدھارنے کے لئے اہل اللہ سے نسبت قائم کی جائے۔

مولانا غلام رسولؒ کی ایک اہم وصیت:

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۸۷۱ء میں حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوئے تو اپنے دونوں بیٹوں (مولانا عبدالقادرؒ اور مولانا عبدالعزیزؒ) کیلئے وصیت لکھی، جس میں حصول بیعت وتصوف کیلئے خصوصی نصیحت کی۔ فرماتے ہیں:

> "وصیت کرتا ہوں کہ تمام کاموں پر علم دینی (یعنی) تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تصوف کو اوّلیں اہمیت دے، اور ہمت کر کے اس کی طرف متوجہ ہوں، بالخصوص محدثین کی ہم نشینی اختیار کریں (یاد رکھیں) کہ اہل حدیث ہی اہل اللہ ہیں۔ علوم دینی سے فراغت کے بعد کسی کامل واکمل کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ہمارے علم کے مطابق اس عہد میں حضرت عبداللہ غزنویؒ جیسا کوئی نہیں، ان کی صحبت کیمیاء ہے اور کامل ومکمل پیر ہیں۔ عبدالقادر ترجمہ قرآن

انہی سے شروع کرے اور عبدالعزیز انہی سے بسم اللہ کا آغاز کرے کیوں کہ میرے عقیدے کی روح سے وہ حضرت جنیدؒ کے مثل اور حضرت بایزیدؒ کی مانند ہیں رحمہ اللہ علیہم ۔ (یادرکھیں) کوئی مدح کرنے والا ان کے خصائص کا احاطہ نہیں کرسکتا، اگرچہ مدح کرنے میں وہ سب پر سبقت لے گیا ہو، بس اتنی بات ہی کافی ہے۔ اگرچہ میں کھوٹا سامان ہوں لیکن ان کے خریداروں کی قطار میں کھڑا ہوں۔ چاہیے کہ ملحدوں، زندیقوں اور ان لوگوں کی مجلسوں میں نہ بیٹھیں جوشریعت محمدی کے بال بھر بھی مخالف ہوں۔ اولیاء اور عامل صوفیاءؒ کے بارے میں حسنِ عقیدت رکھیں۔ امام شعرانیؒ نے فرمایا ہے،

ایاو لحوم الاولیاء فانها مسمومة

"اپنے آپ کو اولیاء اللہ کی گوشت خوری سے بچاؤ۔ یہ زہریلے گوشت ہیں۔ یعنی ان کی غیبت نہ کرو۔ جہاں تک ممکن ہو، ان کے ساتھ نیک گمان رکھو۔" (1)

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

ہمیشہ دو چیزوں کا حصول ضروری اور لازمی ہے۔ ایک کتاب وسنت کا ادراک رکھنے کی علمی پونجی، جو دینی علوم کا سرچشمہ اور معنوی علوم کا خلاصہ ہے۔ دونوں چیزیں شمع کا درجہ رکھتی ہیں، جن کو دائیں اور بائیں (ہاتھ) رکھ کر راستہ طے کیا جاسکتا ہے۔

دوسری چیز شرع حضرات صوفیاء کا طریقہ ہے، جو کام کی اصل، اسلام کی اساس اور ذوق ووجد کی مورث ہے۔ وہ جسم شریعت کے لئے جان کا درجہ رکھتی ہے اور صورت اسلام کی حقیقت اور روح ہے۔

اسی مکتوب کے آخری حصہ میں فرماتے ہیں:

ملتان میں مولوی عبید اللہ کے فرزند مولوی عبد الرحمٰن اچھے عالم ہیں۔ ریاضی اور

حدیث کے علوم کی تعلیم اچھی طرح دیتے ہیں۔ دہلی میں مولانا نذیر حسین علوم دینیہ پڑھانے میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہیں مولوی سدید الدین لکھوی علوم عقلیہ میں بے حد کامل موجود ہیں۔ باطنی علوم کے لئے صاحبزادہ رکن عالم اور جناب (سید) عبد اللہ صاحب غزنویؒ کا سلسلہ ہے۔(2)

مسلک اہلحدیث کی اصل دولت اور تصوف و احسان کی حقیقت:

مسلک اہل حدیث کے ترجمان اور ممتاز عالم دین مولانا عبد المجید سوہدریؒ فرماتے ہیں:

> ہم اس موقع پر سید احمد شہیدؒ کی روحانی قوت کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اہل حدیث کی اصل دولت یہی تھی، جو ابتدائے زمانہ کے ساتھ ساتھ اب بالکل ناپید اور گم ہوتی جارہی ہے اور آج کا اہل حدیث تو اس کا قائل ہی نظر نہیں آتا ہے کہ یہ طاقت بھی کوئی طاقت ہے۔ سید صاحب کی زبان میں تاثیر تھی اور بلا کی تاثیر تھی۔ آپ عالم تھے مگر بہت بڑے عالم نہیں تھے واعظ تھے، مگر بہت بڑے واعظ نہیں تھے۔ جملوں کی ترتیب، الفاظ کی بندش، کلام کی روانی کا قطعاً احساس نہ فرماتے۔ ہاں جو بات ہوتی، وہ دل سے نکلتی اور دلوں پر اثر کرتی تھی۔ ہزارہا ہندو آپ کے وعظ سے مسلمان ہوئے۔ لاکھوں گمراہ راہ پر آ گئے۔ بگڑے ہوئے سلجھ گئے اور سلجھے ہوئے مقام امامت پر پہنچ گئے۔
>
> حضرت مولانا عبد الحیٔ (داماد عبد العزیز محدث دہلوی)، جو درسیات میں اپنے زمانہ کی صف اول میں شمار ہوتے تھے، اور سرکاری طور پر مفتی مانے جا چکے تھے اور زہد و ورع میں بھی کسی سے کم نہیں تھے۔ جب سید صاحب سے ملے تو آپ سے نماز میں حضورِ قلب کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا!

مولانا باتوں سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی یہ چیز سمجھانے سے سمجھائی جاسکتی ہے۔ اٹھیے اور میرے پیچھے دو رکعت نماز پڑھ لیجئے۔ مولانا نے آپ کے ساتھ دو رکعت پڑھی اور نماز کے بعد بیعت کر لی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے سید صاحب کی بیعت مولانا عبد العزیز محدث دہلوی (اپنے خسر) کے ارشاد پر کی تھی اور پھر مولانا سید اسماعیل شہید کو مشورہ دیا تھا کہ وہ بیعت کر لیں۔ چنانچہ دو چار دس بیس نہیں، سینکڑوں اور ہزاروں علماء اور فضلاء، جو مرتبہ میں آپ سے بہت بڑے تھے، روحانی فیوض حاصل کر کے آپ کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اسی کو کہتے ہیں۔ ع

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

جب تزکیہ نفس ہوتو کیفیت بدل جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیفیت بھی اس تزکیہ سے بدلتی رہی۔ کتب احادیث میں ابو مخدورہ، ثمامہ بن اثال، ہندہ بنت ابوسفیان، فضالہ بن عمیر و عمرو بن عاص، سینکڑوں صحابہ کے حالات بسند صحیح موجود ہیں کہ ان کی کیفیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہی صحبت سے پلٹ گئی۔ مگر افسوس ہے کہ آج ہم اس کے قائل نہیں رہے اور صیغہ قلوب سے بالکل بے نیاز ہو گئے ہیں۔ بقول اکبر مرحوم۔ ع

زباں گو صاف ہو جاتی ہے، دل طاہر نہیں ہوتا" (3)

سید عبد الجبار غزنویؒ اور دعوتِ سلوک:

حضرت فرماتے ہیں کہ جب پروردگار اپنے بندے پر مہربان ہوتا ہے اور ملائے اعلیٰ اور **اهل السموٰت و الارضین** میں منادی کی جاتی ہے کہ فلاں شخص سے رب العالمین محبت رکھتا ہے، تم بھی اس سے محبت رکھو۔ لوگوں کے دلوں میں خود بخود محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ گھر بار، اہل عیال کو چھوڑ کر ان کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور محبانِ خدا کی

ہم نشینی سے رتبہ انابت اور خشیت اور استقامت کو پہنچتے ہیں۔اسی حالت کا نام احسان ہے، جو اعلیٰ مرتبہ ایمان کا ہے۔ ایسے بابرکت لوگ ہمیشہ ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہے گے۔ ہمیں چاہئے کہ ان کی جستجو میں رہیں اور ان کی خدمت اور ان کی بیعت کو غنیمت جانیں۔(4)

اہل اللہ کی اقتداء کا حکم: سیدعبدالجبار غزنویؒ فرماتے ہیں:

"جب اللہ اور رسول ﷺ نے سوائے انبیاء کے نیک بندوں کی اقتداء کا حکم فرمایا ہے، تو اب عذر پیش کرنا اور شبہ ڈالنا شانِ اسلام سے بعید ہے۔ **ویحك ثم ویحك**، جو خدا کے مقرب بندے ہیں، ان کو اس درجہ تک ترقی نصیب ہوتی ہے کہ پروردگار ان کے کان، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے۔ اور اس سے سنتے ہیں، اور اسی سے چلتے ہیں۔ بھلا جن کو یہ رتبہ نصیب ہو، تمہیں ان کی اقتداء سے کیوں انکار ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے **وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقاً** (النساء:69)۔ اچھے ہیں یہ لوگ رفاقت کے لئے۔ایک وہ لوگ کہ سو کام میں سے ان کا ایک کام غلط اور خطا ہوتا ہے۔ پس کچھ شک نہیں کہ زیادہ پھسلنے والے ثابت قدموں کی پیروی کر کے اپنا آپ بچاویں اور (**اعتصام عروۃ وثقی**) قرآن وحدیث کو نجات کا اصلی ذریعہ سمجھیں اور اگر کوئی کام خلافِ شرع بنام برطبیعت بشری اہل اللہ سے پاویں، تو اس سے اعراض کریں اور اس کام میں ان کی تابعداری نہ کی جاوے۔ **لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ** (مشکوٰۃ: کتاب القضاء والامارۃ، فصل الثانی، رقم 3696) ان کے باقی سب اخلاق وافعال میں تابعداری کرنی بحکم الٰہی ضروری ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ اکثر کے واسطے حکم کل کا ہوتا ہے اور نادر کے واسطے حکم معدوم کا۔ اس لئے اللہ اور رسول ﷺ نے کثیر الخطا کو جو بر سبیل ندرت ہے، کالعدم سمجھا۔ مطلق حکم اتباع فرمایا، مگر افسوس کہ بداندیش حاسد کو سوائے عیب کے کچھ نظر نہ آیا۔" (5)

مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں:

"جن پر اللہ تعالیٰ کی باطنی وروحانی نعمتیں ہوئیں اور وہی اس قابل ہیں کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے ان کی راہ اختیار کی جائے اور وہی اس لائق ہیں کہ ان کی اقتداء کی جائے"۔(6)

مولانا سید داؤد غزنویؒ کی فکر مندی:

مولانا سید داؤد غزنویؒ مسلک اہلحدیث کی قدآور شخصیات میں سے تھے۔آپؒ بھی اپنے ہم مسلک حضرات کو تصوف وسلوک کی طرف یوں رہنمائی دیتے ہیں۔جو مولانا حنیف ندویؒ نے بیان فرمائی ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

"تضاد کی تیسری صورت جس سے مولانا (سید داؤد غزنویؒ)از حد شاکی اور پریشان تھے۔جماعت اہلحدیث کے مزاج کی موجودہ کیفیت ہے۔مولانا کے نقطہ نظر سے اسلام چونکہ تعلق باللہ اور اس کے ان انعکاسات کا نام ہے، جو معاشرہ اور اور فرد کی زندگی میں لطائف اخلاق کی تخلیق کرتے ہیں۔اس لئے تحریک اہلحدیث کا اوّلین مقصد یہ ہونا چاہئے کہ جماعت میں محبت الٰہی کے جذبوں کو عام کرے۔تعلق باللہ کی برکات کو پھیلائے اور اطاعت زہد و اتقا وخشیت اور ذکر وفکر کو رواج دے۔لیکن ہماری محرومی و تیرہ بختی ملاحظہ ہو کہ عوام تو عوام خواص تک تصوف و احسان کی لذتوں سے ناآشنا ہیں۔حالانکہ کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ خواص تو خواص ہمارے عوام تک زہد وورع کا بہترین نمونہ سمجھے جاتے تھے۔آپ پوچھیں گے مولانا مرحوم کے نزدیک ان تضادات سے چھٹکارا پانے کا طریق کیا تھا؟ بارہا یہ مسئلہ مولانا کے ہاں زیر بحث آیا۔ان کی اس سلسلہ میں جچی تلی رائے یہ تھی کہ ہمیں تعلیم وتربیت کے پورے نظام کو بدلنا چاہئے کہ جو جماعت اہلحدیث کی تعمیر کے لئے زیادہ سازگار ثابت ہو سکے اور اس کے فکر وعقیدہ کو ایسی استوار بنیادوں پہ قائم کر سکے، جن میں تضاد اور الجھاؤ کی خلل اندازیاں نہ پائی جائیں جو ان میں زندگی کی نئی روح دوڑا سکے"۔(7)

دینی درسگائیں اورتزکیہ نفس سے بے اعتنائی:

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعثت کے بعد جو کام سرانجام دیا، قرآن مجید اسے متعدد جگہوں پر یوں بیان کرتا ہے: يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران ۱۶۴) یہ جو بار بار اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَيُزَكِّيْهِمْ" یعنی وہ ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔ اسی تزکیہ کے اصول و آداب کو ہم طریقت یا تصوف سے تعبیر کرتے ہیں۔افسوس ہے کہ ہماری درسگاہوں میں تعلیم کتاب و حکمت کا اہتمام تو کیا جاتا ہے، لیکن تزکیہ نفس، جس کا ذکر قرآن مجید تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ الگ مستقل بالذات بار بار کرتا ہے، اس کا قطعی طور پر کوئی اہتمام نہیں"۔(8)

آپ کے فرزندار جمند سید ابوبکر غزنویؒ فرماتے ہیں:

"بعض لوگوں نے حضرت شاہ صاحبؒ (شاہ اسماعیل شہیدؒ) کی کتاب "تقویۃ الایمان" ہی پڑھی ہے۔کبھی صراط مستقیم بھی دیکھو، کبھی عبقات بھی پڑھو، وہ بہت لطیف آدمی تھے۔تجلیات سے آگاہ، وہ انوار سے آگاہ، سلوک کے مقامات سے آگاہ، اللہ کی محبت اور معرفت کے تمام رموز سے آگاہ۔"

اور کبھی یوں دعوتِ فکر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک نصیحت تمہیں اور کرتا ہوں۔ روزانہ کچھ وقت اللہ اللہ بھی کیا کرو۔ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ ہر وقت جدل و بحث میں لگے رہتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے یکسر غافل ہیں۔ ہمارے اسلاف تو ایسے نہ تھے۔ وہ سب ذاکر تھے۔ان کی زبانیں ذکر سے رکتی نہ تھیں۔"(9)

یہ بات ذہن میں رہے کہ پروفیسر غزنویؒ کا یہ خطاب ماموں کانجن کے مقام پر جماعت اہلحدیث کانفرس سے فرمایا گیا ہے جس میں اس وقت کے مسلک اہلحدیث کے جید علماء اور ممتاز رہنما موجود تھے۔ یہ دعوت فکر آج بھی مسلک اہلحدیث کیلئے مشعل راہ ہے۔

صوفیاءعظام کا اندازتبلیغ اور منہج نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

صوفیائے عظام کا اندازِ تبلیغ عین منہج نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطابقت رکھتا ہے۔اس لئے طریق الصوفیاء سے بہت جلد قلوب کو جلاء ملتی ہے۔سید ابوبکر غزنویؒ اسی انداز تبلیغ کی دعوت وفکر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"یہ سمجھنا غلط فہمی ہے دوستو! کہ دعوت الی اللہ کے معنی وعظ ہے۔ یہ بڑی اہم باریک بات ہے۔ یہ نہ خیال کیجئے کہ دعوت الی اللہ کے معنی صرف وعظ کر کے لوگوں کو خدا کی طرف بلانا ہے۔خدا کی طرف بلانے کا کام کبھی گفتگو سے ہوتا ہے، کبھی دوستی سے ہوتا ہے، کبھی یاری سے ہوتا ہے، محض چار دوستوں سے بے تعلق گفتگو سے ہوتا ہے اور کبھی خاموش۔اہل اللہ چراغ کی طرح جلتے ہیں اور زبانیں چپ ہوتی ہیں اور چراغ کے قریب جس چراغ کا بھی فتیلہ آتا ہے، وہ چراغ جلنے لگتا ہے۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اہل اللہ چپ ہوتے ہیں اور ان کے نور سے دوسروں کی روحیں منور ہوتی چلی جاتی ہیں، یہ فرمایا:

وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿۴۶﴾ (الاحزاب)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گویا ہوتے تھے تو اس وقت دعوت الی اللہ نطق وگویائی سے دے رہے ہوتے تھے اور جب چپ ہوتے تھے تو آفتاب کی کرنوں کی طرح لوگوں کی میل کچیل کو چھانٹ رہے ہوتے تھے۔

ایک اندھا آدمی کہتا ہے کہ یہ بولتے کیوں نہیں۔ چراغ کب بولتا ہے، مگر روشنی دیتا ہے۔اسی طرح کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بول کر دعوت دی جاتی ہے اور کبھی چراغ کی طرح روشنی دی جاتی کہ ہر چراغ کے فتیلے کو آگ لگتی چلی جاتی ہے، اور وہ چراغ جلتے چلے جاتے ہیں، یہی سراجاً منیرا ہے۔ایسا چراغ جو دوسروں کو منور کرنے والا ہے اور خود چپ رہتے ہیں، تو کبھی دعوت گویا ہو کر دی جاتی ہے کبھی چراغ کی طرح جل کر دی جاتی ہے۔

دوستو! یہ مت خیال کیجئے کہ اگر آپ وعظ نہ کر سکے، تو دعوت کا کام ہی نہ ہو سکے گا۔ ایسے فقیر بھی ہیں جو چراغ کی طرح جلتے ہیں اور اس فقیر کے پاس بیٹھنے سے روح کا فتیلہ لو دے اٹھتا ہے۔ اور اصل کام تو دوستو اس فتیلے کا جلنا ہے۔ کتنے وعظ ہیں جنہیں سننے کے بعد بھی فتیلہ گیلا رہتا ہے۔ مجھ سے پوچھئے کہ کتنے علماء کے وعظوں میں ہم گئے اور فتیلہ جو تھا جل نہ سکا اور کتنے فقیر تھے جو خاموش تھے، ان کے پاس بیٹھے اور فتیلہ سلگنے لگا، روشن ہو گیا اور سراجاً منیراً کی تفسیر ان کی محفل میں بیٹھنے سے سمجھ میں آ گئی۔ (10)

مزید فرماتے ہیں:

یاد کھیے! یہ اہل اللہ کی کسوٹی ہے کہ انسانوں کو سنوارتے چلے جاتے ہیں، جب وہ سنورتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھلتی ہیں تو وہ خود کہتے ہیں کہ اس کارِ خیر میں ہمیں بھی خدا کے لئے شامل کر لیجئے، مبلغ کا کام یہ ہے:

وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 151)

اس کا کام یہ ہے کہ انسانوں کی تربیت کرے، ان کو تراشے خراشے، ان کے ظرفوں کو دھوئے جیسے خادم ہوتا ہے، وہ تو نوکر ہوتا ہے اس کا کام برتن مانجھنا ہوتا ہے، وہ تو دھوبی ہے اس کا کام کپڑے کو زور زور سے پٹخنا اور دیکھنا ہے کہ صاف ہوا یا نہیں؟

وَيُزَكِّيكُمْ کی حقیقت یہ ہے دوستو! ہم نے سارا زور عمارتوں کی تعمیر پر لگا دیا ہے۔ آدمی ایک پیدا نہیں ہوتا مگر بڑے بڑے ہال بناتے ہیں۔ جب انسانوں پر محنت کی جاتی ہے، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ پیدا ہوتے ہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوتے ہیں۔ عرب و عجم مسخر ہوتے ہیں۔ ہر داعی الی اللہ کو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ اس کی توجہ اسی بات پر مرکوز رہے کہ انسانوں کے ذہنوں اور روح کی تربیت کرے۔ ان

دونوں باتوں پر توجہ مرکوز کرتا چلا جائے۔اسباب خدا چاہیں گے تو اس کے لئے سمٹتے چلے آئیں گے۔(11)

"سراجاً منراً" کی تفسیر امام العصر مولانا محمد ابرہیم میرؒ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

"حق تعالیٰ نے جہاں ذات اقدس حضور اکرم ﷺ کو سارے عالم اور عالمیاں کے لیے رحمت بنایا ہے۔ وہاں آپ ﷺ کو سراجاً منیرا (آفتاب عالمتاب) بھی فرمایا ہے کہ دنیا جہان کے لوگ آپ ﷺ سے نور قلبی حاصل کریں۔ رحمۃ للعلمین ہونے کی شان دنیاو عاقبت ہر دو جہاں کے لئے ہے اور سراجاً منیرًا کی صفت امور عاقبت کے لیے ہے کہ جو آپ ﷺ سے عقیدت و محبت رکھتا ہے۔ وہ عاقبت میں درجات عالیہ پاتا ہے اور دنیا میں بھی جو فیض و برکت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا انجام بھی ثواب آخرت ہے۔ لیکن آپ ﷺ کا رحمۃ للعلمین ہونا سو سب جہان کے لئے موجب امن و امان ہے۔ مومنوں کے لئے بھی اور کافروں کے لئے بھی، مطیع و فرمانبرداروں کے لئے بھی، عاصی گنہگاروں کے لئے بھی اور دیگر جانداروں اور غیر ذی روح اشیاء کے لئے بھی۔ آپ ﷺ بالواسطہ رحمت ہیں کیونکہ عالمین کے لفظ میں اللہ تعالیٰ کے سوا سب موجودات آجاتی ہیں۔ اور سراجاً منیراً صرف مومنین متبعین سنت کے لئے ہے۔

قرآن شریف میں سراج کا لفظ صرف دو ہستیوں کے لئے وارد ہوا ہے۔ آفتاب عالمتاب کے لئے جیسے کہ فرمایا:

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝١٦

یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا۔" (سورۃ نوح)

نیز فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۤءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ۝٦١

"یعنی بہت بلند شان والا ہے، اللہ جس نے بنائے آسمان میں ستارے اور بنایا اس

میں چراغ (سورج) اور (بنایا) چاند روشنی والا۔" (سورۃ الفرقان)

اسی طرح سورۃ النباء میں فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾

"یعنی اور (بنایا) ہم نے چراغ (سورج) چمکتا۔"

توضیح: عربی زبان میں منیر لازم ہے اور متعدی بھی، لازم کا مفاد یہ ہے کہ وہ روشن ہے اور متعدی کا حاصل یہ ہے کہ دوسرے کو روشنی دینے والا اور آفتاب کی بھی یہی شان ہے کہ وہ اپنے آپ میں بھی روشن ہے اور دوسروں کو روشنی دیتا ہے۔ یعنی ستاروں کو چاند کو اور زمین کو۔

اسی طرح حق تعالیٰ نے ذات اقدس آنحضور ﷺ کی نسبت بھی فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿۴۶﴾

"یعنی اے بزرگ شان والے نبی! ہم نے آپ کو (اپنی توحید کا) شاہد کر کے اور (جنت کی) خوشخبری دینے والا کر کے اور (دوزخ سے) ڈرانے والا کر کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا کر کے اور روشنی دینے والا آفتاب کر کے بھیجا ہے۔" (سورۃ الاحزاب)

تفسیر معالم میں اس آیت کے ذیل میں کہا ہے:

"حق تعالیٰ نے آپ کا نام سراج فرمایا ہے کیونکہ آپ ﷺ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ مانند چراغ کے کہ اس سے اندھیرے میں روشنی حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح تفسیر کشاف وغیرہ میں کہا ہے:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات سے شرک کے اندھیروں کو آشکار کر دیا اور ہدایت پائی آپ ﷺ سے گمراہوں نے جس طرح کہ رات کے اندھیرے آشکار ہوتے ہیں روشن چراغ سے اور راہ دکھائی دیتا ہے اس سے۔

یا یہ کہ امداد دی اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور نبوت سے باطنی بصیرتوں کی روشنی کو، جس طرح کہ چراغ کی روشنی سے ظاہری آنکھوں کو امداد پہنچتی ہے۔

الغرض حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نورِ نبوت اور فیض و برکت کو روشن چراغ سے یا آفتاب عالمتاب سے تشبیہ دی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح جسمانیات و مادیات پر روشن چراغ یا آفتاب کی روشنی پڑتی ہے اور ان پر سے ظلمت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں اور چیزوں کی اصلیت وحقیقت بغیر کسی قسم کے اشتباہ کے نمایاں ہو جاتی ہیں اور دماغ انسانی وحشت وتردد کی حیرانی وسرگردانی سے آرام پاتا ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور نبوت سے شرک وکفر، بدعت وضلالت، رسوم جاہلیت وتوہمات اور نفسانی خواہشات کی کدورتیں اور ظلمتیں دور ہوگئیں اور حق و باطل کی حقیقت غیر مشتبہ طور پر نمایاں ہوگئی اور ہدایت وضلالت میں واضح طور پر امتیاز ہوگیا۔ جیسا کہ فرمایا:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ﴿۲۵۶﴾

"یعنی دین میں جبر کرنے (کی ضرورت) نہیں کیونکہ ہدایت (بھلائی) گمراہی (وبدراہی) سے بلاشبہ متمیز ہو چکی ہے۔" (البقرہ)

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النّبیّین ہیں اور اللہ اس کے فرشتوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدا یاد امتیوں پر صلوات و برکات نازل ہوتے رہنے کی خبر ہے جس سے واضح ہے کہ آپ ﷺ کے امتیوں میں اصحاب صلاحیت اور ارباب یمن و برکت ہمیشہ قائم رہیں گے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار قدسیہ سے حسب استعداد بہرہ اندوز ہوتے رہیں گے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض مثل چشمہ کے تا قیامت جاری رہے گا اور اس پر انقطاع و بندش وارد نہیں ہوگی اور چونکہ انبیائے سابقین کی امتوں میں بوجہ ان کے کفر وشرک اور بدعت وضلالت اور رسوم جاہلیت وتوہمات کی ظلمتوں میں پھنس جانے کے ان انبیاء کے انوار حاصل کرنے کی صلاحیت وقابلیت نہیں رہی نیز ان کی شریعتیں ایک حد

تک تو منسوخ اور ایک حد تک محرف ومبدل اور ایک حد تک مختلط ومشتبہ ہوکر اصلی حالت پر قائم نہیں رہیں اور ان کی حالت مثل چشمہ غیر صافی ومکدر کے ہوگئی ہے اور وہ لوگ اپنے طریق زندگی میں سنن انبیاء سے منحرف ہوکر مثل ان لوگوں کے ہو گئے ہیں جن کے پاس کوئی کتاب الٰہی یا شریعت نہیں ہے۔اس لئے ان پر ان کے انبیاء کے انوار منعکس نہیں ہو سکتے ۔اسی امر کے ایک پہلو میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے تورات کا مطالعہ کرنے پر فرمایا تھا۔

والذی نفس محمد بیدہ لو بدالکم موسی فاتبعتموہ و تر کتمونی لضللتم عن سو آء السبیل و لو کان حیاً و ادرك نبوّتی لاتبعنی ۔
(الدارمی مشکوۃ شریف 24)

قسم ہے اس ذات کی جس کے دست (قدرت) میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر تمہارے سامنے موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو جاؤ۔تو تم (اللہ کی) سیدھی راہ سے بہک جاؤ گے اور وہ زندہ ہوں اور میری نبوت پالیں تو ضرور ضرور میرے پیچھے چلیں۔

حاصل کلام یہ کہ آنحضرت ﷺ کا فیض تو جاری ہے لیکن اس سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے استعداد وقابلیت شرط ہے۔ یا یوں سمجھو کہ سبب تو موجود ہے لیکن اس کی تاثیر کیلئے جن اسباب ووسائل کی ضرورت ہے۔ان کو حاصل کرنا چاہیے اور جو امر اس کے مانع ومزاحم ہیں،ان سے بچنا چاہیے۔**واللہ الموفّق**۔(12)

مولانا حنیف ندویؒ کا تفکر:

مولانا حنیف ندویؒ "عبقات" پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عبقات مولانا شہیدؒ کا وہ علمی وفکری شاہکار ہے جس کے متعلق نہایت اختصار کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس میں ہمیں علم معرفت کے ایسے انمول موتی اور خزائن مخفی نظر

آتے ہیں کہ جن کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو کلام، تصوف اور کائنات سے متعلق متعدد غوامض کا حل نکل آئے۔ اس میں خصوصیت سے تجلی کی بحث ایسی ہے کہ جس سے نہ صرف خالق ومخلوق کے مابین استوار رشتوں کی تشریح ہوتی ہے، بلکہ ایک خاص انداز میں سیماطلوعیا (sematolagy) کی بنیادوں کا پتہ چلتا ہے، جس کا موضوع بحث فلسفہ لسانیات میں یہ اہم سوال ہے کہ لفظ ومعنی میں ربط وتعلق کا اسلوب کیا ہے؟ یعنی الفاظ کس حد تک معانی حقائق کی تجلیات کا تحمل رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ اہلحدیث کے نوجوان علماء خدارا خصوصیت سے ادھر متوجہ ہوں اور مولانا شہیدؒ کی علمی وفکری عظمتوں کو منظر عام پر لائیں اور دنیا کو بتائیں کہ وہ شخص جس نے اپنے خون سے اسلام کے دبستان کو سینچنے کی سعادت حاصل کی، اس نے اپنے کمال سے فکر وادراک کی بلندیوں کو بھی چھوڑنے میں کسی دوہمتی کا ثبوت نہیں دیا"۔(13)

باب چہارم

تصوف کیا ہے؟

یہ بات تو مسلمہ ہے کہ تصوف وسلوک دین مبین کا ایک اہم جز ہے اور اس شعبہ میں مفسرین ومحدثین کے نام بھی سرفہرست ملتے ہیں جن کی خدمات دین پر امت کا اجماع ہے۔عنوان کے اعتبار سے آیئے اجمالاً یہ بھی دیکھ لیتے ہیں کہ اکابر مسلک اہلحدیث کے نزدیک تصوف کیا ہے؟

فاضل جلیل نواب سید صدیق حسن خانؒ کے افکار:

نواب صاحبؒ فرماتے ہیں:

"تصوف وسلوک سے مراد مرتبہ احسان میں استقامت ہے نہ کہ کرامات اور کشوف ورسوم کا اظہار کہ یہ نہ اصل مقصود ہیں اور نہ وسائل مقصود، بلکہ مجاہدات اور ریاضات کے ثمر ہیں۔کسی کو یہ ثمرہ اس جگہ حاصل ہوتا ہے اور راسخین فی العلم کو اس جگہ ظاہر ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعینؒ سے کرامات کا صدور کم ہوتا تھا اور اولیائے خلف سے بہت زیادہ ظاہر ہوا حالانکہ کوئی ولی صحابی کے ادنیٰ مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔اس مسئلہ پر ساری امت کا اجماع ہے۔اگر اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان کے فرق کو سمجھنا ہو تو "کتاب الفرقان" کا مطالعہ کرو، اگر تصوف صافی ملاحظہ کرنا ہو تو "مدارج السالکین" دیکھو اگر سلوک سنی منظور ہو تو "ریاض المرتاض" کفایت کرتی ہے۔(1)

مولانا عبدالمجید سوہدریؒ کی رائے گرامی:

" آئمہ حدیث نے جس حدیث کو" ام الاحادیث یا ام الجوامع" کے نام سے تعبیر کیا ہے۔اس میں مذکور ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احسان کے متعلق سوال کیا تھا،تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلۡاِحۡسَانُ اَنۡ تَعۡبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُنۡ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

(صحیح مسلم)

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احسان (یعنی اخلاص) کے دو درجے بیان فرمائے ہیں۔اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ عبادت میں ایسا حضور اور دل لگی ہو کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہو۔اسے" مشاہدہ" کہتے ہیں اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تصور اور یقین کر لے کہ اللہ مجھے دیکھتا ہے۔

آج جسے تصوف اور درویشی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔زبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسے" احسان" کہا گیا ہے۔عوام اور بعض صوفیاء قسم کے لوگ ظاہری احکام کو" شریعت"، تصفیہ باطن کو" طریقت" اور مشاہدہ ومراقبہ کو" حقیقت" کہتے ہیں۔مگر اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تینوں مقامات کا تفصیلی ذکر فرما دیا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں کامل وہی شخص ہے، جو ان تینوں کا جامع اور عامل ہو۔اگر کوئی شخص پہلی پانچ باتوں پر جما رہے اور آگے قدم نہ اٹھائے اور" احسان" کی عملی تفسیر بن کر نہ دکھائے تو وہ بھی ناقص الایمان ہے۔(2)

سید عبدالاوّل غزنویؒ کی نظر میں:

اسی حدیث (احسان) کے تحت مشکوٰۃ المصابیح کے حاشیہ (فوائد الحدیث) میں سید محمد عبدالاوّل غزنویؒ فرماتے ہیں:

" عبادت کے دوران جس شخص کو یہ حالت نصیب ہوگی،تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ

کی کمال درجہ ہیبت وتعظیم پیدا ہوگی، اور جس قدر طبیعت میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت وتعظیم خشوع وخضوع اور محبت ہوگی، تو اتنی معرفت حاصل ہوگی اور یہی وہ مقام ہے جس کو عارف لوگ مقام مشاھدہ اور استغراق کہتے ہیں۔ یعنی اگر عبادت میں مقام مشاہدہ حاصل نہیں تو کم از کم اتنا تو جان لے کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔ کیونکہ اس سے بھی تیرے دل میں خوف آئے گا اور تو حرکات وسکنات میں احتیاط کرے گا"۔ (3)

اسی طرح مشکوٰۃ المصابیح حدیث نمبر ۱۹۳ میں سید عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا علم کامل تھا۔ غزنوی صاحبؒ علم کامل کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"علم کامل یعنی علم تفسیر، علم حدیث وفقہ قرأت، فرائض اور تصوف میں پورے کامل تھے۔" (4)

اسی طرح امام حسن بصریؒ کی روایت کہ "علم دو علم ہیں ایک علم دل میں ہے، یہ علم نفع دیتا ہے اور ایک علم زبان پر ہے جو کہ اللہ عزوجل کی آدم کے بیٹے پر حجت ہے"، کے فوائد میں آپ لکھتے ہیں:

"اول علم کو علم باطن کہتے ہیں، اور دوسرے کو علم ظاہر۔ لیکن کچھ علم باطن سے حاصل نہیں ہوتا کہ جب تک ظاہر کی اصلاح نہ کرے اور اسی طرح علم ظاہر اصلاح باطن کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔" (5)

اسی طرح آپؒ نے حدیث مبارکہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یاالٰہی! میں پناہ مانگتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جلد دوم ص 403 کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

اور صرف آخرت کا فائدہ علم معرفت اور علم سلوک اور علم اخلاق میں ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا ارشاد:

شریعت وطریقت کی حقیقت آپؒ اس انداز میں بیان فرماتے ہیں:

"اس مسئلہ کی اصل بنیاد حدیث جبرائیل ہے جو بخاری ومسلم کی روایت سے مشکوٰۃ کے شروع میں منقول ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک شخص مسافرانہ شکل میں بڑے سفید کپڑوں والا آیا۔ اس نے ایمان اور اسلام کی بابت سوال کر کے یہ سوال کیا کہ احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح سے کیا کر کہ گویا اللہ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اس کو بھی نہیں دیکھتا تو تُو بھی کوشش کئے جا، کیونکہ وہ تجھی کو دیکھتا ہے۔ یعنی جو کام کرو اس کمال اخلاص سے اور اس نیت سے کرو کہ خدا ہمارے اس فعل کو دیکھ رہا ہے۔

ہر کام کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک ظاہر اور ایک باطن۔ ظاہر تو یہی ہے کہ جو ہاتھ پاؤں وغیرہ کی حرکات ہوتی ہیں۔ مثلاً نماز پڑھتے ہوئے جسمانی حرکات کا ہونا، ہاتھوں کا اٹھانا، سر جھکانا، زبان سے تکبیرات تسبیحات کا پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو ظاہری افعال ہیں۔ فقہاء اور علماء انہی کے متعلق احکام بتایا کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ منہ اس طرف کرو، ہاتھ یوں باندھو، سر پہلے اور ہاتھ پیچھے اٹھاو وغیرہ وغیرہ۔ جو ظاہری احکام ہیں علماء اور فقہاء انہی ظاہری ارکان کی صحت دیکھ کر نماز کی صحت کا فتویٰ دے دیا کرتے ہیں، اور یہی ان کا منصب ہے۔

مگر باطنی فعل لیجئے۔ اخلاص اور صحت نیت یعنی یہ کہ کرتے ہوئے دلی توجہ فاعل کی اللہ تعالیٰ کی جانب پوری تھی یا نہیں؟ اس پر چونکہ علماء کو اطلاع نہیں، اس لئے اس کی نسبت بالاجمال ہی حکم لگا سکتے ہیں کہ ہر کام نیت نیک چاہئے، پس اس باطنی حصہ کی اصلاح کا نام تصوف یا طریقت ہے۔" (6)

مزید فرماتے ہیں:

"پس تصوف کو عمل کرنے کو یوں سمجھو کہ صوفی بننے کی تاکید کرنے کو خدا تعالیٰ فرماتا

ہے، يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (سورۃ البقرہ، 108) یعنی اے مسلمانو! پورے اسلام پر عمل کرو۔ یعنی ظاہر و باطن شریعت کے دونوں حصوں کی تکمیل کرو، ورنہ ظاہری ارکان کسی کام نہ آئیں گے۔ بغیر تصوف یعنی بغیر اخلاص کامل جو ارکان شریعت ادا کئے جائیں، ان کی نسبت خداوند تعالیٰ صاف فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔(سورۃ البقرہ، 177) یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ مشرق یا مغرب کو منہ پھیرا کرو"۔(7)

مزید فرماتے ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی نسبت فرمایا يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (یعنی خدا تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا ہے، جو اس کے احکام لوگوں کو سناتا ہے، اور ان کو پاک کرتا ہے، کتاب اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے۔ سورۃ آل عمران، 164) تعلیم اور وعظ کے علاوہ تزکیہ کا لفظ بھی جو آنحضرت ﷺ کی نسبت فرمایا گیا ہے، تصوف کی اصل الاصول ہے۔ یہی تزکیہ تصوف اور طریقت کے قواعد سے حاصل ہوتا ہے۔"(8)

حضرت مولانا عبداللہ محدث روپڑیؒ کا بیان:

"رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور اس کے بعد خیر قرون میں شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت وغیرہ کوئی خاص اصطلاح نہ تھی۔ صرف شریعت کا لفظ دین کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ باقی الفاظ قریباً اپنے لغوی معنی پر تھے۔ اس کے بعد جیسے فقہ والوں نے احکام کے درجات بتلانے کی غرض سے فرض، واجب وغیرہ اصطلاحات مقرر کی ہیں، اسی طرح صوفیائے کرام نے تہذیب اخلاق یعنی علم تصوف میں سلوک عبد کے درجات کو ظاہر کرنے کی غرض سے یہ الفاظ مقرر کیے۔ مثلاً شریعت عقائد اور ظاہری احکام کا نام رکھا جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ طریقت ان پر عمل کرنے میں ریاضت اور مجاہد نفس کرنا اور

اپنے اندر اخلاص اور للٰہیت پیدا کرنا۔ حقیقت ان کے اسرار پر مطلع ہو کر اپنا عمل اس کے مطابق کرنا۔ جیسے شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں ان احکام کے اسرار لکھے یا نفس اور دل کے امراض پر مطلع ہو کر ہر ایک مرض کا مناسب علاج کرنا اور باطنی صحت قائم رکھنے کے اسباب پیدا کرنا۔ معرفت کشف اور مراقبہ کی حالت ہے۔ جو یقین اور اطمینان قلبی کا اعلیٰ مقام ہے۔ اس وقت اللہ کے سوا کسی شے کی طرف نظر نہیں رہتی اور ذکر الٰہی میں وہ حلاوت اور لذت پاتا ہے کہ کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بلکہ ذکر الٰہی ایک طرح سے اس کی غذا ہو جاتا ہے جس کے بغیر اس کی زندگی مشکل ہے۔

مثال: ان چاروں مراتب کی مثال درخت کی سی ہے۔ مثلاً درخت کے لئے جڑیں اور تنا ہے ان کے بغیر درخت کا وجود ہی نہیں۔ پھر ٹہنے اور شاخیں ہیں یہ بھی درخت کیلئے لازمی ہیں۔ پھر پھل ہے پھر اس کی لذت ہے۔ ٹھیک اسی طرح تصوف ہے۔ شریعت کے بغیر تو تصوف کوئی چیز ہی نہیں۔ نہ وہاں طریقت ہے، نہ حقیقت، نہ معرفت، کیونکہ شریعت بمنزلہ جڑ اور تنے کے ہے۔ اس کے بعد طریقت کا مرتبہ ہے جو بمنزلہ ٹہنوں اور شاخوں کے ہے۔ اس کے بغیر بھی تصوف کالعدم ہے۔ پھر حقیقت پھل کے قائم مقام ہے اور معرفت اس کی لذت کے قائم مقام ہے۔ جیسے درخت پھل اور اس کی لذت کے بغیر کامل نہیں اس طرح بندہ بھی خدا کے نزدیک کمال کو نہیں پہنچتا جب تک اس کے اندر حقیقت اور معرفت پیدا نہ ہو جائے۔

چار قسم: یہ چار قسمیں اس وقت ہوں گی جب طریقت کو اور معرفت کو بھی علم تصوف کی شاخیں شمار کریں۔ اگر طریقت کے معنی علم تصوف کے لیں جیسے اکثر صوفیاء استعمال کرتے ہیں تو اس وقت علم تصوف کی صرف تین قسمیں ہوں گی: شریعت، حقیقت، معرفت۔ اگر معرفت کو حقیقت سے الگ شمار نہ کریں بلکہ حقیقت میں داخل کریں تو بھی علم تصوف کی صرف تین قسمیں ہوں گی: شریعت، طریقت، حقیقت۔ شیخ عبدالحق صاحب

محدث دہلویؒ شرح فتوح الغیب میں فرماتے ہیں:

دین ایک ہے اور شریعت، طریقت، حقیقت اس کے مراتب اور درجات ہیں۔ (ملاحظہ ہوالبلاغ المبین تصنیف شاہ ولی اللہ صاحب ص ملخصاً)

شیخ عبدالحق صاحب نے معرفت کو الگ شاخ شمار نہیں کیا گویا اس کو حقیقت میں داخل کر دیا۔

علم کی قسمیں :۔شیخ علی بن عثمان ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوریؒ کشف المحجوب ص ۲۰ میں شیخ محمد بن فضلؒ سے نقل کرتے ہیں۔علم تین ہیں: علم باللہ، علم من اللہ، علم مع اللہ یعنی علم توحید، علم شریعت، علم مقاماتِ اولیاء جس کو زہد اور تقویٰ کہتے ہیں۔(ملخصاً)

کشف المحجوب کے صفحہ ۱۵۹ میں فرماتے ہیں کہ:

شریعت اور حقیقت میں کسی نے فرق نہیں کیا (کہ آپس میں جدا ہوسکیں) کیونکہ شریعت حقیقت کے بغیر نہیں اور حقیقت شریعت کے بغیر نہیں۔اسی لیے کہتے ہیں لا الہ الا اللہ حقیقت ہے اور محمد رسول اللہ شریعت ہے اور شریعت معرفت دونوں حقیقت کی شاخیں ہیں۔انتہی۔انہوں نے بھی علم تصوف کی تین قسمیں کر دی ہیں: شریعت، حقیقت، معرفت۔لیکن ان کے نزدیک حقیقت کا معنی وہ نہیں جو اوپر بیان ہوا۔ بلکہ حقیقت کے معنی علم توحید کے ہیں اسی لئے شریعت اور معرفت کو اس کی شاخیں قرار دیا ہے۔ کیونکہ جو شخص خدا کو نہ مانے اس کے نزدیک نہ شریعت نہ معرفت کچھ بھی نہیں۔

کشف المحجوب میں ایک اور جگہ علم تصوف کی صرف دو قسمیں ظاہر اور باطن کر کے دونوں کو حقیقت کہہ دیا ہے۔چناں چہ ص ۱۶ میں کہا ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں؛ ظاہری، باطنی۔ظاہری کے بھی اصول فروع ہیں۔ باطنی کے بھی اصول فروع ہیں۔ظاہری کا اصول کلمہ شہادت ہے : اشهد ان لا اله الا الله. واشهد ان محمداً عبده

ورسولہ۔ اور فروع لوگوں کے ساتھ معاملات میں درستی رکھنا اور باطنی کا اصول معرفتِ الٰہی کی تحقیق اور فروع نیت کا نیک اور صحیح کرنا، اور ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کے بغیر پایا جانا محال ہے۔ ظاہر باطن کے بغیر نہیں پایا جاسکتا اور باطن ظاہر کے بغیر نہیں پایا جاسکتا۔

علم حقیقت کے تین رکن: پھر علم حقیقت کے تین رکن ہیں:

1۔ اللہ کی ذات کو جاننا کہ وہ موجود ہے اور ایک ہے۔

2۔ خدا کی صفات کو جاننا اس کے احکام کو ماننا اور بجالانا۔

3۔ اس کے فعلوں کو اور اس کی حکمت کو جاننا۔ (انتہی ملخصاً ص ۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ جیسے طریقت کا استعمال علم تصوف کے معنوں میں ہوتا ہے ایسے حقیقت کا استعمال بھی کبھی انہی معنوں میں ہوتا ہے۔

اس کے بعد کشف المحجوب میں فصل باندھ کر لکھا ہے کہ علم شریعت کے بھی تین رکن ہیں: کتاب مجید، حدیث شریف، اجماع۔ خداوند تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال کے ثابت کرنے پر خداوند تعالیٰ کا قول ہی دلیل ہے۔ (انتہی ملخصاً ص ۱۶)

آگے چل کر سنت اور اجماع کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم شریعت علم حقیقت کے دلائل ہیں اسی طرح اور بزرگوں نے بھی ان کے الفاظ کے معانی انہی کے قریب قریب لکھے ہیں۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ کہ شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، خواہ الگ الگ شاخیں ہوں یا ایک ہوں اور الگ ہونے کی حالت میں چار ہوں یا کم ہوں، کسی صورت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جو ایک دوسرے سے جدا ہونے کے قائل ہیں وہ ان کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اللہ ان کو سمجھ دے اور راہ راست کی توفیق بخشے۔ آمین۔ (9)

حضرت مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا فرمان:

حضرت مولانا سید داؤد غزنویؒ "مسائل متفرقہ تصوف" میں فرماتے ہیں:

" تصوف لوٹنے پوٹنے کا نام نہیں ہے، بلکہ مقامات کا نام تصوف ہے اور مقامات یہی ملکات ہیں۔ اخلاص، رضا، تواضع وغیرہ۔ ان کو حاصل کرو اور ان کے اضداد ریاء، کبر، حسد، بغض، حرص، طول امل سے باز رہو، بس صوفی ہو گئے۔" (10)

مقصد تصوف:

آپؒ فرماتے ہیں:

" اصل مقصد تصوف سے یہ ہے، اعمال شریعہ یعنی اطاعت واجبہ، مستحبہ کا بجالانا اور معاصی سے اجتناب کرنا۔ یہ بندہ کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔ پس یہ وہ چیز ہے جس سے قرب الٰہی اور رضائے حق حاصل ہوتی ہے۔ کیفیات وکشفیات کا کچھ تعلق نہیں۔ اگر ایک شخص ادائے اطاعت واجتناب عن المعاصی میں پختہ ہو، وہ کامل صوفی ہے۔ گو کیفیات کچھ بھی اس پر وارد نہ ہوتی ہوں، اور جس پر کیفیات بکثرت وارد ہوتی ہوں، کشف وتصوف میں ملکہ رکھتا ہو، مگر امر ونواہی میں پختگی حاصل نہ ہو، وہ صوفی نہیں ہے۔ (11)

حضرت مولانا سید داؤد غزنویؒ کو مجدد الف ثانیؒ سے بے حد محبت وعقیدت حاصل تھی۔ ایک مقام پر مجدد الف ثانیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" سلوک کے منازل اور جذب کے مقامات طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ سیر وسلوک سے مقصد اخلاص کا حصول ہے، اور یہ اخلاص شریعت کی جز میں سے ایک جز ہے۔ شریعت کے تین جز علم وعمل اور اخلاص۔ ہاں البتہ ہر شخص کی فہم رسائی اس بات تک نہیں۔ اکثر خواب وخیال کی دنیا میں مگن رہتے ہیں اور ذرا سے روحانی فائدے پر انہوں نے قناعت اختیار کر لی ہے۔ شریعت کو چھلکا اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں۔ حقیقت

حال سے نا آشنا ہیں۔صوفیاء کی شطحیات نے انہیں خود فریبی میں مبتلاء کر رکھا ہے اور احوال ومقامات کے فریفتہ ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں سیدھی راہ کی ہدایت دے۔"(12)

فقہ وتصوف میں فرق:

مولانا ابوبکر غزنویؒ فرماتے ہیں ایک دن آپؒ (مولانا سید داؤد غزنویؒ) نے فقہ اور تصوف میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا: بات بڑی سیدھی سی ہے،وضو کن باتوں سے ٹوٹتا ہے؟ نماز کن باتوں سے باطل ہوتی ہے؟ یہ فقہ ہے،اور نماز میں حضور کیسے حاصل ہو؟ رقت اور خشیت کیسے حاصل ہو اور سینے سے چکی کے چلنے کی آواز کیسے آئے؟ یہ تصوف ہے اور دونوں کا ماخذ کتاب وسنت ہے۔"(13)

ایک دن مجھ سے فرمایا:

"شریعت کا وہ حصہ جو تزکیہ باطن سے متعلق ہے۔اصطلاحاً تصوف کہلاتا ہے۔شریعت سے ہٹ کر کسی تصوف کا میں قائل نہیں۔"((14)

مولانا امین اللہ پشاوری کی نظر میں:

مسلک اہل حدیث کے نامور عالم اور مفتی امین اللہ پشاوری فرماتے ہیں:

"شریعت کا صحیح علم کیسے حاصل ہوتا ہے؟ یہ بہت ہی اہم سوال ہے۔اسے درج ذیل چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حاصل کیا جاسکتا ہے۔علم دو قسم کا ہوتا ہے:

1۔ظاہر الشریعہ:

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے پانچ چیزیں ضروری ہیں اور یہ چیزیں معروف ہیں۔تفصیل میں جانے کی بجائے میں یہاں صرف ان کے نام ذکر کرنے پر ہی اکتفا کروں گا۔پہلی چیز ہے توجہ سے سننا یعنی الاستماع اور دوسری چیز ہے خاموشی یعنی الانصات۔تیسری چیز حفظ اور چوتھی اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔پانچویں اور آخری چیز اس علم کی نشر واشاعت ہے۔

2۔علم اسرار الشریعہ:

علم کی دوسری قسم کا نام علم اسرار الشریعہ ہے۔یعنی شریعتِ مطہرہ کے اسرار ورموز اور کتاب وسنت میں موجود حکمتوں کو حاصل کرنے کا جو راستہ ہے، وہ بھی پانچ چیزیں ہیں:

1۔اتباع سنت:

اس علم کو حاصل کرنے کے لیے پہلی ضروری چیز نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع ہے۔سنت نبوی میں نور ہے اور علم بھی نور ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس روشنی میں تم چلو پھرو گے اور وہ تمہیں معاف کر دے گا اور اللہ معاف اور رحم کرنے والا ہے۔(سورۃ الحدید)

2۔اسرارِ شریعت کا حصول:

اسرارِ شریعت کے حصول کے لیے دوسری ضروری چیز قرآن کی اصطلاح میں احسان ہے اور بعض علماء کی اصطلاح میں اسے مراقبہ بھی کہا جاتا ہے۔

جب کسی انسان کے دل میں احسان کی صفت پیدا ہو جاتی ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے اس بندے کے لیے شریعت کے اسرار کو کھول دیتے ہیں اور اس کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے۔اللہ تعالیٰ یوسف کے تذکرے میں فرماتے ہیں:

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: اور جب وہ پختگی کی عمر کو پہنچ گئے تو ہم نے اُنہیں حکمت اور علم سے نوازا

اورہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی بدلہ دیتے ہیں۔(سورۃ یوسف)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے یوسف کو شریعت کی حکمت عطا فرمائی۔ باطنی علم اور ظاہری علم دونوں سے نوازا اور یہ صرف انہی کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ یعنی یہ حکم اور علم میں ہر محسن کو بلکہ محسنین کو دیتا ہوں۔ ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ: اور جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے تو ہم نے اُنہیں حکمت وعلم عطا فرمایا۔(سورۃ القصص)

احسان کے معنی ہمیں قرآن پاک میں ہی مل جاتے ہیں اور یہ مجرب قاعدہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی مشکل یا مبہم (یعنی جس کا مطلب واضح نہ ہو) لفظ استعمال ہو جائے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود ہی اس کی وضاحت بھی فرما دیتے ہیں۔ یہاں بھی 'احسان' کی تفسیر اللہ تعالیٰ اس طرح فرماتے ہیں کہ

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھے، یوسف کو اس کے نفس کے بارے بہلانا پھسلانا شروع کر دیا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی: آجاؤ، یوسف نے کہا: اللہ کی پناہ وہ میرا ربّ ہے۔ اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے، بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا۔(سورۃ الیوسف)

آدمی جوان ہے خواہش بھی ہے، بیوی نہیں ہے۔ خود مسافر اور غلام ہیں، بُرائی کی دعوت دینے والی عورت جوان، حسن و جمال اور منصب والی ہے۔ الغرض بُرائی کے تمام

اسباب ودواعی موجود ہیں، لیکن اللہ کی راہ پر چلنے والے کے دل میں اللہ کی توجہ اس قدر غالب ہے کہ اُنہوں نے اس غلط کام کو جوتے کی نوک پر ٹھکرا دیا۔ پس یہی احسان ہے۔

درجاتِ احسان:

احسان کے دو درجے ہیں:

مشکوٰۃ المصابیح کی ایک حدیث میں احسان کے یہ دونوں درجے بیان ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ سے احسان کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ احسان یہ کہ" آپ اللہ تعالیٰ کی بندگی ایسے کریں جیسے آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں" اور احسان کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ آپ کے دل میں یہ بات ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں: فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (صحیح بخاری:48)

3. حرام سے اجتناب:

اسرار شریعت کے حصول کے لیے تیسری چیز حرام سے اجتناب ہے۔ اگر کوئی طالب علم حرام کھاتا ہے تو اس کے علم میں نور نہیں ہے۔ اس کا دل جو علم کا مہبط ہے، خراب ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

کل لحم نبت من السحت فالنار اولی به (السلسلة الصحيحه 2609)

"ہر وہ گوشت جو حرام سے نشوونما پاتا، اس کے لائق تو آگ ہی ہے۔"

اور پھر حرام سے اجتناب کے ساتھ ساتھ مشتبہات سے اجتناب بھی ضروری ہے جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کا طریقہ تھا۔ آپ ﷺ نے راستے میں ایک کھجور گری ہوئی پائی تو فرمایا:

"لولا نی أخاف ان تکون من الصدقة لا کلتها" (صحیح بخاری:2252)

"اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقے کی ہو تو میں اسے کھالیتا۔"

4اکل حلال اور عمل صالح:

اسرارِشریعت کو سمجھنے کے لئے چوتھی ضروری چیز ہے'اکلِ حلال'۔ارشادِ باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ؕ﴿۵۱﴾

ترجمہ: اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔تم جو کچھ کر رہے ہو،اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔(سورۃ المومنون)

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں بڑے ہی احسن انداز میں اکل حلال اور عمل صالح دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے کہ حلال کھانا عمل صالح کیلئے معاون ہے۔سہلؒ سے منقول ہے، فرماتے ہیں"من اکل الحلال اطاع اللۃ ومن اکل الحرام عطی اللہ۔(مواہب الجلیل 3/501)

"جو انسان حلال کھاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اس کا نصیب ہوگا اور جو حرام کھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان بن جاتا ہے۔"

5غض بصر:

پانچویں چیزغض بصر ہے یعنی اپنی آنکھوں میں حیا پیدا کرنا اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے ہی ممکن ہے،ورنہ نظر بازی کا یہ گناہ تو ہمارے زمانے اور معاشرے میں اس قدر زیادہ ہے کہ اس سے بچنا انتہائی مشکل کام ہے اور یہ گناہ انسان کے دل کو برباد کر دیتا ہے۔

علمائے کرام کا کہنا ہے کہ جس نے اپنے ظاہر کو سنت کی اتباع اور اپنے باطن کو دوام مراقبہ کا پابند بنالیا،حلال کھایا،حرام سے اجتناب کیا اور اپنی نگاہ کو حرام سے بچالیا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایسے ایسے علوم کھول دیتے ہیں جن کا کبھی کسی کے دل میں خیال بھی نہیں آیا۔

یہ باتیں کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں اوران کے دلائل بھی مختصراً بیان ہوئے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ظاہری علم حاصل کرنا آسان ہے اور باطنی علم یعنی شریعت کی

حکمتیں معلوم کرنا۔ پس اصل علم تو یہی ہے جس کے بارے میں اللہ سبحانہ فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں۔ (سورۃ التوبہ)

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں کہا کہ یہ تعلم فی الدین ہے بلکہ فرمایا کہ یہ تفقہ فی الدین ہے اور یہ علم ضروری ہے۔

تاثر بآیات اللہ:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس شخص کو علم دیا ہو تو اس کے علم کی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور احادیثِ نبویہ کی تاثیر قبول کرتا ہے اور صحابہ کرام میں یہ خوبی موجود تھی۔ سیدہ اسماء بنت ابوبکر فرماتی ہیں کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کے اس فتنے کا ذکر کیا جس میں آدمی مبتلا ہوتا ہے۔ تو حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ "ضجّ المسلمون ضجّة" مسلمانوں نے انتہائی زور سے چیخ ماری۔ (صحیح بخاری:2284)

سلف میں تاثر بآیات اللہ کی اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں اور اگر ہم صحیح علم والے ہیں تو ہم پر قرآن وحدیث نمایاں ہونا اور ہمارا ظاہر و باطن اس سے متاثر ہونا چاہیے اور یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ علم رعایت اور علم اسرارِ شریعت اور اس کی حکمتوں کے جاننے کے بعد ہی انسان پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔ (15)

حقیقت تصوف:

افکارِ غزالیؒ میں مولانا حنیف ندویؒ تصوف کی وضاحت وصراحت ان الفاظ میں

کرتے ہیں:

"ہمارے نزدیک وہی تصوف صحیح ہے، جو ذوق عبادت نکھارتا ہے، اور کردار وسیرت کو چمکاتا ہے، یا جس سے نظر وبصر میں حکیمانہ اور عارفانہ مذاق ابھرتا ہے، اگر تصوف کو ان حدود میں رکھا جائے، اور اخلاص وطرز وفکر تک اس کے فیوض سے فائدہ اٹھایا جائے تو نہ صرف یہ کہ اسلام کی بنیادی حثیت اختیار کر لیتا ہے، بلکہ اس کے دائرہ اجتماعیت کے دائرے سے ملتے ہیں، اوران میں نہایت مفید تبدیلیوں کے موجب ثابت ہوتے ہیں۔" (16)

حضرت مولانا محمد ابرہیم میرؒ سیالکوٹی اور تصوف:

مولانا میرؒ نے تصوف کے موضوع پر بہت جامع اور پر تاثیر اور مدلل بحث "سراجاً منیراً" میں فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں:۔

فیض سینہ بسینہ کا صحیح مفہوم:

ہاں آپ ﷺ کے سینہ فیض گنجینہ کے انوار جو دوسرے قابل دلوں پر منعکس ہوتے تھے اور ان میں ایک باطنی کیف پیدا کر کے اسے منور کر دیتے تھے۔ ان سے انکار نہیں ہوسکتا اور ہم فیض سینہ بسینہ کے ان معنوں میں ہونے اور سلسلہ بسلسلہ بزرگان دین میں برابر چلے آنے کو برابر مانتے ہیں۔(17)

مزید فرماتے ہیں:

طریقت اور شریعت میں مخالفت نہیں ہوسکتی:

شریعت وطریقت میں مخالفت کا ہونا گوکبھی ہو۔ یہ امر بھی باطل ہے کیونکہ جس امر کو خدا تعالیٰ نے بواسطہ اپنے رسولوں کے علی الاعلان الفاظ میں ظاہر کیا اور اس کی فرمانبرداری بندوں پر لازم کر دی اوراس کی نافرمانی سے اپنی ناراضی صاف وصریح الفاظ میں ذکر کر دی۔ اس کی خلاف ورزی اس کو کس طرح پسند آسکتی ہے۔ پس اگر طریقت خدارسی کے طریق کا نام ہے۔تو اس کا شریعت کے مطابق وموافق ہونا لازمی

ہے۔ اسی لئے اہل طریقت بزرگوں کا (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) متفقہ قول کہ طریقت بغیر شریعت کے زندقہ و بے دینی ہے۔

یہ بات اتنی مسلم اور مشہور ہے کہ ہم کو اس کے لئے ان اقوال کے نقل کرنے اور کتابوں کے حوالے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ مولانا روم صاحبؒ نے مثنوی شریف میں اور خواجہ علی ہجویریؒ لاہوری نے کشف المحجوب میں اور سید عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب میں اور حضرت مجدد صاحبؒ نے اپنے مکتوبات میں نہایت صفائی سے اسے بیان کیا ہے۔

محاکمہ: یہ ذرہ بے مقدار (بدنام کنندۃ نکونامے چند) متبع سنت ہو کر اہل طریقت سے بھی عقیدت و محبت رکھتا ہے۔ ان دونوں فریقوں کی نزاع کو یوں مٹانا چاہتا ہے کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس آنحضرت ﷺ کی تبلیغ صرف قرآن و حدیث کی صورت میں ہے اور ان ہر دو سے باہر ہم کسی چیز کو آنحضرت ﷺ کی طرح منسوب نہیں کر سکتے۔

کیونکہ جب ہر دو منجانب اللہ ہیں اور ہر دو اللہ کے پاس پہنچنے کی سبلییں ہیں تو ان میں مخالفت کیوں ہوگی؟ اگر کسی کو نظر آتی ہے تو ہر دو (اہل شریعت و اہل طریقت) میں سے کسی طرف کی غلط فہمی ہے اگر ہر دو مقام صحت پر کھڑے ہوں تو دونوں مخالف نہیں ہو سکتی لیکن یہ کہنا یا سمجھنا کہ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں بغیر حرفوں کی تعلیم کے کچھ آ نہیں سکتا۔ یہ خشکی اور بے ذوقی ہے

قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی

کا معاملہ ہے کیونکہ وجدانیات کا احساس صاحب کیفیت اور صاحب وجدان کے سوا کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا اور یہ وہ حقیقت ہے جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ جو عالم عامل اور ولی کامل تھے، بیان

توجہ میں فرماتے ہیں:

"ومن لم یزق لم یدر ،یعنی جس نے چکھا ہی نہیں وہ کیا جانے اور کیا سمجھے؟اسی اصول پر اللہ تعالیٰ نے منکرین نبوت محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یوں خطاب کیا ہے۔اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی﴿۱۲﴾(سورۃ النجم)"یعنی تو کیا تم اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے امر میں جھگڑا کرتے ہو۔جسے وہ (عیاناً سامنے) دیکھ رہا ہے۔"اب اس امر کو اسی علم (معقول ومنقول) سے سمجھئے۔جس سے آپ مانوس ہیں کہ علم دو طرح پر ہوتا ہے۔حروف سے اور قلب سے کتابی علم حرفوں کے ذریعے اہل علم استاد سے حاصل ہوتا ہے اور قلبی علم اہل دل مرشد سے قلبی مناسبت پیدا کرنے اور زہد و عبادت اور مجاہدہ و ریاضت سے ملتا ہے اور ان سب میں آداب شرعیہ کی رعایت اور اتباع سنت اس حد سے بڑھ کر کرنی پڑتی ہے جس حد تک آپ اپنی نماز وغیرہ عبادت کی صحت کے لئے کافی جانتے ہیں۔یہ تو خلاصہ مطلب ہے۔اب معقولاً ومنقولاً اس کی تشریح کی مطالعہ فرمایئے:

جس طرح اس مادی عالم میں ایک شے موثر بھی ہے کہ دیگر شے پر اثر ڈالتی ہے اور کسی دوسری چیز کا اثر قبول بھی کرتی ہے۔اسی طرح ایک قلب و روح انسانی دوسرے دل پر اثر ڈالتا بھی ہے اور دوسرے قلب سے اثر کو قبول کرتا ہے۔اصل چیز تاثیر و تاثر کے لئے یہی دل ہے۔باقی سب اعضا اس کے تابع ہیں کہ بلا تردد و تامل اور بلا وقفہ و مہلت اور بلا انکار و کراہت اس کی اطاعت کرتے ہیں۔اس خاکدان دنیا میں ایسی اطاعت کسی اور جگہ نہیں ملے گی۔بس یہی سمجھ لیجئے کہ خالق حکیم نے لشکر اعضاء کی فطرت میں اپنے سلطان یعنی قلب کی نافرمانی رکھی ہی نہیں۔اسی لئے کہتے ہیں۔القلب سلطان البدن یعنی"دل بدن کے باقی اعضاء کا بادشاہ ہے۔"پس اعضا پر جو بھی اثر ہوتا ہے، وہ سب اسی کی وساطت سے ہوتا ہے اور اگر وہ بھی کسی دوسرے پر اثر ڈالتے ہیں تو اسی کے فیض سے ڈالتے ہیں۔

زبان کی تاثیر مسلم ہے۔اس کی افسون گری دل پر ایسا قبضہ جما لیتی ہے کہ اسے کسی اور کے مطلب کا نہیں رہنے دیتی سرور کائنات ﷺ خود افصح العرب تھے۔کسی شاعر کی تقریر سن کر فرمانے لگے۔ان من البیان لسحرا۔یعنی بیان میں بھی جادو کا اثر ہوتا ہے۔مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری (مدظلہ اللہ) نے امرتسر میں اس عاجز کی سب سے پہلی تقریر سن کر فرمایا تھا۔

اثر لبھانے کا پیارے! تیرے بیان میں ہے
کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے

لیکن جب اس کے بولے ہوئے الفاظ میں بولنے والے کی قلبی کیفیت بھی بسی ہوئی ہو۔تو اس کا جذب لوہے کی زنجیر سے طاقتور ہو جاتا ہے،اسی معنی میں کہا گیا ہے۔

سخنے کہ از دل بیروں آید در دل جامی گیرد
یعنی جو بات دل سے نکلتی ہے۔وہ دل میں جگہ پکڑتی ہے"۔

اسی طرح آنکھ کی مقناطیسی کشش سے کون انکار کر سکتا ہے۔جو ایک نظارے سے تڑپا دے اور ایک اشارے سے گھائل اور آسیب زدہ کی طرح حیران و ششدر کر کے کھڑا دے۔زمین پر پٹکا دے۔اب سوال یہ ہے کہ زبان اور آنکھ محض اپنے گوشت اور جسم مادی سے اثر ڈالتے ہیں یا دل کی کیفیت سے متکیف ہو کر اپنا جادو چلاتے ہیں۔اگر پہلی صورت ہے یعنی بغیر دل کے خود بخود موثر ہیں۔تو یہ تاثیر ہر وقت کیوں نہیں اور اگر دوسری صورت ہے۔جو واقعی ہے تو سلسلہ اسباب میں اصل موثر دل ہوا اور دل آنکھ زبان وغیرہ اس کے آلات تاثیر ہوئے۔**وھذا ھو المراد**۔جب یہ معلوم ہو گیا کہ تمام اعضا دل کے فرمانبردار اور تحت ہیں اور وہ اسی سے اثر پذیر ہو کر حرکت کرتے اور اپنے فعل انجام دیتے ہیں۔تو اب سمجھنا چاہیے کہ سینہ،آنکھ اور کان کی نسبت دل کے بہت قریب ہے بلکہ جملہ اعضائے بدن سے نزدیک ہے کیونکہ سینہ ظرف اور دل مظروف

چنانچہ خالق اکبر فرماتا ہے: فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (سورۃ الحج آیت 46)۔"یعنی (ان بصیرتوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل اندھے ہیں۔ جو سینوں کے اندر ہیں۔"

اور ظاہر ہے کہ ظرف و مظروف میں جو قرب و اتصال ہوتا ہے۔ دوسروں کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ پس سینہ دل کے جذبات کوائف سے نسبت دیگر اعضا کے بہت جلد اور بہت زیادہ متکیف ہوجاتا ہے اور چونکہ سینہ میں نہ تو زبان کی طرح گویائی ہے کہ بول کر اثر ڈالے اور نہ آنکھ کی مثل بینائی ہے کہ دیکھ کر اور آنکھ سے آنکھ ملا کر کسی کو کھینچ سکے۔ اس لئے یہ کلام اور نظر سے اثر انداز نہیں ہوتا۔ بلکہ خالق حکیم نے اس میں دو دیگر قوتیں ودیعت کی ہیں۔ جن سے اپنے اعضائے بدن کے علاوہ بیرونی اشیاء (اجسام وقلوب) کو بھی مسخر کر کے ان پر حکومت جمالیتا ہے اور ان کو اپنی کیفیت سے متکیف کر دیتا ہے۔

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعصاب حاسہ (حس والے پٹھوں) میں قلبی کفیات کو جذب کرنے کی صلاحیت دیگر سب اعصاب سے زیادہ رکھی ہے۔ اس لئے یہ قوت لامسہ کے ذریعے بھی اثر ڈالتا ہے۔ یعنی اگر عامل اپنے معمول کے سینے کو اپنے سینے سے لگا دے اور پوری توجہ سے دبا دے۔ تو عامل کے دل کی کیفیتیں معمول کے دل میں منعکس ہوجاتی ہیں۔ بشرطیکہ ان میں جذب وانجذاب کی قابلیت ہو۔ دوسری یہ کہ خدائے جبار نے اس میں ایک ایسا وصف بھی رکھا ہے کہ جب یہ خود نور و محبت الٰہی سے بھر جاتا ہے تو اس کے اندر ایک انبعاث (ابھار) پیدا ہوتا ہے۔ جو کبھی رقت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور صاحب دل زور زور سے رونے اور گڑگڑانے لگتا ہے اور کبھی جوش کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور یہ اس کی جلالی حالت ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں اس سے نور کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ جو فیض کی خواہش اور قابلیت رکھنے والے دل پر اس کے سینہ کے گوشت اور ہڈیوں کو چیرتی ہوئی منعکس ہوجاتی ہیں۔ ایسی حالت میں لمس اور مس۔ یعنی

سینے سے لگانے یا چھونے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ بس ایک جلالی توجہ ہی کام کر جاتی ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں شیخ کے سامنے ہونے کی بھی حاجت نہیں۔ بلکہ مسافت بعیدہ سے بھی اثر ہوسکتا ہے۔

وجربت ذلك مرارا والحمدلله۔ يشهدبذلك من وقع عليه هذا الحال من مخلص هذا العبدالاثيم☆

اگر مرشد کے دل کی کیفیتیں اور اس کے جذبات پاک ہیں اور وہ انوارقدسیہ سے منور ہے اور مرید کا دل بھی کدورت نفسانیہ سے پاک ہوتے ہوئے انوارقدسیہ کا طالب وخواہشمند اور اس کے فیض کے حاصل کرنے کے قابل ہے۔ تو اس میں بھی اس کی رسائی بھرنور بھر جاتا ہے۔ چنانچہ یہ مضمون اہل طریقت وارشادات کے طریق پر اس آیت سے سمجھا جاسکتا ہے۔

اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتۡ اَوۡدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا

ترجمہ: یعنی حق تعالیٰ آسمان کی طرف سے بارش اتارتا ہے۔ تو وادیوں میں بقدران کی وسعت کے پانی بہہ پڑتا ہے۔ (سورۃ الرعد، آیت 17)

اس اثر کو اہل طریقت کے ہاں تصرف کرنا یا فیض وبرکت بخشنا کہتے ہیں اور آئندہ ہم اسے اسی نام سے ذکر کریں گے انشاءاللہ۔

تنبیہ: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ارشادات رحیمیہ میں فرماتے ہیں:

" طریقہ توجہ خواجگان (قدس اللہ اسرارہم وآں توجہ را تصرف نامند بریں وجہ است کہ بدل متوجہ دل طالب شوند واز راہ گذران ارتباط اتصال و اتحاد سے میان دل ایشاں و باطن آں طالب واقع می شود، وبطریق انعکاس

☆ اس مقام پر مولانا میرؒ حاشیہ میں فرماتے ہیں: الحمدللہ میں نے اس کا کئی بار تجربہ کیا ہے، اس گنہگار بندے کے مخلص دوستوں میں سے جن پر یہ کیفیت گزری ہے، وہ اس کی گواہی دیں گے۔

از دل ایشاں پرتو بر باطن وے می تابد او یں صفتے است کہ ناشی از استعداد ایشاں ست، کہ بطریق انعکاس در آئینہ استعداد آں طالب ظاہر شدہ، اگر ایں ارتباط متصل شود آنچہ بطریق انعکاس حاصل شدہ بعد صفت دوام پذیرد، وتبین شرائط تصرف ودقائق آں وتفصیل روش آں بگفتن مرشد تعلق دارد۔ ومنقول است از حضرت خواجہ محمد یحیٰ پسر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (قدس تعالیٰ اسرارھما) کہ ارباب تصرف بر انواع اند، بعضے ماذون ومختار کہ باذن حق سبحانہ وتعالیٰ وباختیار خود ہر گاہ کہ خواہند تصرف کنندہ واورا بمقام فنا بیخودی رسانند وبعضے دیگر از اں قبیل اند کہ با جود قوت تصرف جز بامر غیبی تصرف نکنند۔ تا از پیشگاہ ما مور نشوند بکسے توجہ نکنند وبعضے دیگر آنچناں کہ گاہ گاہ صفتے و حالتے بر ایشاں غالب شود ودر غلبہ آں حال در باطن مرید تصرف کنندہ واز حال خود ایشاں را متاثر سازند۔ پس کسے کہ نہ مختار بود ونہ ماذون ونہ مغلوب، از وچشم تصرف نہ بایداشت (ارشادات رحیمہ)

(ترجمہ) توجہ خواجگان کا طریقہ (اللہ تعالیٰ ان کے بھیدوں کو پاک کر دے) اور وہ اس توجہ کا نام تصرف رکھتے ہیں۔ یہ ہے کہ اپنے سارے دل سے طالب کے دل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ارتباط کی وجہ سے ان کے دل میں اور طالب کے دل میں اتصال واتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بطریق انعکاس ان کے دل سے اس (طالب) کے باطن پر پرتو پڑتا ہے اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو ان (بزرگوں) کی استعداد کے آئینہ میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اگر یہ ارتباط متصل ہو جائے۔ تو جو کچھ بطریق انعکاس حاصل ہوا تھا وہ دوام کی صفت پکڑ تا لیتا ہے اور شرائط تصرف اور اس کی باریکیوں کا بیان اور اس کے طریقہ کی تفصیل مرشد کے بتانے کے متعلق ہے۔ اور حضرت خواجہ محمد

یحیٰ بن حضرت عبیداللہ (قدس اللہ اسرارا ھما) سے منقول ہے کہ اصحاب تصرف کئی قسم پر ہیں۔ بعضے ماذون ومختار ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے اذن اور اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں اور اس (طالب) کو مقام فنا اور بیخودی پر پہنچا دیتے ہیں اور بعض دوسرے اس قسم کے ہیں کہ باوجود قوت تصرف کے سوائے امر غیبی کے تصرف نہیں کرتے۔ جب تک درگاہ الٰہی سے مامور نہ ہوں کسی کو توجہ نہیں دیتے اور بعض دیگر اس طرح کے ہیں کہ ان پر کبھی کبھی کوئی صفت یا کوئی حالت غالب ہوجاتی ہے۔ تو اس غلبہ حال کے وقت مرید کے باطن میں تصرف کرتے ہیں اور ان کو اپنے حال سے متاثر کردیتے ہیں۔ جو شخص نہ مختار ہو اور نہ ماذون ہو اور نہ مغلوب ہو اس سے تصرف کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔"

تنبیہہ: اس فیض و برکت کا ذکر کتب سابقہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی نسل کے انبیائے بنی اسرائیل کے حالات میں بھی ملتا ہے اور اسے انگریزی میں (ٹو گو بلیسنگس To Give Blessings) کہتے ہیں۔ یعنی کسی کو فیض و برکت بخشنا۔

تقریب مقصد:

گذشتہ تمہید اور تفہیم کے بعد ہم اپنے مقصود کو احادیث صحیحہ اور واردات نبویہ سے ثابت کرتے ہیں:

حدیث اول: (صحیح بخاری کتاب الوحی و کتاب التفسیر) غار حرا میں جب آنحضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلعت نبوت سے نوازا گیا حضرت جبرائیلؑ نے آپ سے کہا۔ اقراء۔ یعنی پڑھئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ما انا بقارئ۔ "یعنی میں پڑھا ہوا نہیں۔" اس پر جبرائیلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دفعہ (یکے بعد دیگرے) اپنے سینے سے لگایا اور زور سے دبایا۔ اس طرح تین بار کرنے کے بعد اقراء باسم ربک الخ یعنی سورت

علق کی پانچ ابتدائی آیتیں پڑھائیں۔

عطائے نبوت پر یہ سب سے پہلی وحی ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اس سینے سے لگانے اور دبانے کے متعلق سورت علق کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

(نکتہ) دوم آنکہ تاثیر حضرت جبرئیل علیہ السلام در روح ایشاں بواسطہ افشرون او درگرفتن نہایت مرتبہ کمال ثابت وراسخ کردن۔ (ص ۲۴۵)

(ترجمہ) دوسرا (نکتہ) یہ ہے کہ حضرت جبرئیل فرشتہ کی تاثیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پاک میں جھنجھوڑنے اور بغل میں لینے کے ذریعے کمال کے آخری مرتبہ میں جائے گیر و پختہ کردی۔

اس کے بعد تاثیر وتوجہ کے اقسام اربعہ بالتفصیل بیان کرتے ہیں کہ وہ چار ہیں۔

اول	دوم	سوم	چہارم
انعکاسی	القائی	اصلاحی	اتحادی

پھر اس قسم چہارم یعنی اتحادی کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔

چہارم تاثیر اتحادی کہ شیخ روح خود درا کہ حامل کمالست باروح مستفید بقوت تمام سازد۔ تا کمال روح شیخ باروح مستفید انتقال نماید، وایں مرتبہ اقویٰ ترین انواع تاثیر است چہ ظاہر است کہ بحکم اتحاد روحین ہر چہ در روح شیخ بروح تلمیذ میرسد۔ و بار بار حاجت استقادہ نمی ماند و در اولیاء اللہ ایں قسم تاثیر بہ ندرت واقع شدہ۔ (صفحہ 245)

(ترجمہ) چوتھی قسم تاثیر اتحادی ہے کہ شیخ (پیر حقانی) اپنی روح کو جو کمال کی حامل ہے، فیض حاصل کرنے والے (مرید) کی روح کے ساتھ پوری قوت سے متحد کردیتا ہے۔ تاکہ شیخ کی روح کا کمال مستفید کی روح میں منتقل ہو جائے اور یہ مرتبہ تاثیر کی اقسام میں سے سب سے زیادہ قوی ہے

کیونکہ ظاہر ہے کہ ہر دو روحوں کے اتحاد سے جو کمال کہ شیخ کی روح میں ہے وہ تلمیذ (مرید با صفا و شاگرد رشید) کی روح میں پہنچ جاتا ہے اور بار بار استفادہ کی حاجت نہیں رہتی اور اس قسم کی تاثیر اولیاء اللہ میں بھی گا ہے بگاہے واقع ہو جاتی ہے۔"

حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ علیہ کے مرشد کامل حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا ایسا ہی ایک واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"بالجملہ تاثیر حضرت جبرئیل علیہ السلام دریں افشردن تاثیر اتحادی بود کہ روح لطیف خود را از راہ مسام بدن درون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل فرمودہ با روع مبارک متحد ساختند و چوں شیر و شکر بہم آمیختند و حالت عجیب درمیان بشریت و ملکیت پیدا شد نمی آید۔ (صفحہ 246,245)

(ترجمہ) غرض یہ کہ اس جھنجھوڑنے میں حضرت جبرائیلؑ کی تاثیر اتحادی تھی کہ انہوں نے اپنی لطیف روح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں مساموں کے رستے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے ساتھ متحد کر دیا ہے اور ان کو شیر و شکر کی طرح ملا دیا اور بشریت و ملکیت کے درمیان ایک ایسی عجیب حالت پیدا ہو گئی جو زبان قال میں نہیں آ سکتی۔ بس اسے وہی دل سمجھ سکتا ہے جس پر وہ حالت طاری ہوتی ہے کیونکہ زبان کوائف سے نا آشنا ہے۔ خدا تعالیٰ نے وجدان کے لئے دل پیدا کیا ہے، نہ کہ زبان۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے جد امجد شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ارشاداتِ رحیمیہ صفحہ ۲۲ میں فرماتے ہیں:

ومن لم یذق لم یدر

"یعنی جس نے چکھا ہی نہیں وہ نہیں جان سکتا"

زبان محسوسات کا مزہ چکھنے کے لئے ہے۔ دماغ معقولات کے سمجھنے کے لئے ہے اور وجدانیات وکوائف روحانیہ ولطائف قلبیہ کے لئے خالق اکبر نے دل پیدا کیا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہر عضو کا فعل الگ الگ رکھا ہے۔ ایک کو دوسرے کے فعل سے کوئی واسطہ نہیں۔

اللھم اذقنا من حلا وۃ افضالك وافض علینا من بر کا تك و

اشرح صدورنا ونو ر قلوبنا بانو ارك

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم!

چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندطور

حدیث: چشمہ فیض و برکت رسول کریم ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں:

ضمنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی صدرہ وقال اللھم علمہ الحکم ومن طریق ابی معمر اللھم علمھا الکتاب (صحیح بخاری)

یعنی مجھ کو (مصدر فیض و کرم) حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے سینے مبارک سے لگایا۔ اور یہ دعا دی۔ باری تعالیٰ! اسے حکمت (سمجھ کی درستی) عطا کر اور ابو معمر کی روایت میں یوں ہے کہا سے اپنی کتاب (قرآن مجید) کی سمجھ عطا کر۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن شریف کے فہم میں صحابہؓ میں ممتاز تھے۔ یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک سے لگنے اور آپ ﷺ کی دعا کی برکت تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجہتدین صحابہؓ میں سے ہیں۔ ان کا قول فتح الباری میں منقول ہے۔

"نعم ترجمان القران ابن عباس رضی اللہ عنہ" یعنی حضرت ابن عباس بہت اچھے ترجمان قرآن ہیں۔

الغرض یہ احادیث اوران جیسی دیگر احادیث ہمارے مقصد صدری کے ثابت و واضح کرنے میں بالکل صاف ہیں۔اس کے بعد ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا سینہ مبارک تو تھا ہی مصدر فیض و کرم۔آپ کی یہ فیض گستری تو اتنی زبردست اور موثر تھی کہ آپ ﷺ ایک ایک جزو بدن اطہر حتیٰ کہ آپ کا بال بال بلکہ آپ ﷺ کے جسد مبارک کے عوارض ومتعلقات وفضلات بھی موجب فیض و برکت تھے۔(ایضاً صفحہ ۲۹ تا ۳۹)

مزید فرماتے ہیں:

الغرض حضور انور ﷺ سراپا برکت تھے اور سب انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے سبب ہر امر میں ایمن و برکت والے ہوتے ہیں۔چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی نقل کیا کہ انہوں نے آغوش مادر میں کہا۔وَّجَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ (مریم:31) یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو صاحب برکت بنایا ہے۔جہاں کہیں میں ہوں۔(زمین پر یا آسمان پر۔سفر میں یا حضر میں) اور حضرت ابراہیم و اسحاق (علیہما السلام) کے حق میں فرمایا: وَبٰرَکۡنَا عَلَیۡہِ وَعَلٰۤی اِسۡحٰقَ۔(الصّٰفّٰت،113) یعنی"ہم نے برکت رکھی اس پر یعنی ابراہیم علیہ السلام پر اور اسحاق علیہ السلام پر (بھی)۔

اور اہل صلاحیت کے دم قدم کی برکت سے بیماریوں اور آفتوں کا دور ہونا اور بارشوں کا بوقت ضرورت برسنا اور رزق و مال میں افزائش احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آثار صحابہ اور دیگر بزرگان دین کے واقعات سے ثابت ہے اور یہ متواترات کی جنس سے ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔ھذا واللہ الھادی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید کی نسبت فرمایا:۔

کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ مُبٰرَکٌ (سورۃ ص،29)

یعنی (اے پیغمبر ﷺ) ہم نے (یہ) برکت والی کتاب آپ کی طرف اتاری ہے۔

نیز فرمایا:

وَھٰذَا ذِکْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (سورۃ انبیا:50)

یعنی یہ برکت والا ذکر (نصیحت نامہ) ہے، جسے ہم نے مقام عظمت سے) اتارا ہے۔

نیز فرمایا:

وَھٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ (سورۃ الانعام:155)

یعنی یہ کتاب برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے (مقام عظمت سے) نازل کیا ہے۔

الغرض یہ برکت والی کتاب حضور ﷺ کے قلب پاک پر اتاری گئی جیسا کہ فرمایا:

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ بقرہ، 97)

یعنی حضرت جبرئیلؑ تو یہ قرآن آپ ﷺ کے قلب پر اللہ تعالی کے حکم سے لے کر آئے ہیں (پھر ان کی دشمنی کے کیا معنی؟)

نیز فرمایا: نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ (الشعراء، آیات 194-193) یعنی "اے پیغمبر!) آپ ﷺ کے قلب پر اس قرآن کو الروح الامین لے کر آئے ہیں۔"

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کا قلب فیوض و برکات رحمانیہ کا خزینہ اور انوار و اسرار ربانیہ کا گنجینہ ہے۔ جس کسی کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرح اس سے اتصال و انضمام نصیب ہو گیا۔ اس کا سینہ نور و سکینہ سے بھر گیا اور جس کی کسی پر آپ ﷺ کی نظر کرم پڑ گئی۔ اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چنانچہ تفسیر سراج منیر میں خطیب شربینیؒ آیت وَيُزَكِّيْهِمْ (سورۃ جمعہ) کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"وَيُزَكِّيْهِمْ" یعنی یہ نبی امی ﷺ پاک کرتا ہے۔ ان کو شرک اور رذیلے اخلاق اور ٹیڑھے عقائد سے اور آنحضرت ﷺ کا یہ تزکیہ اپنی حیات طیبہ میں ان لوگوں کی طرف نظر (کرم) کرنے اور ان کو علم دین کے سکھانے اور ان پر قرآن شریف کے

تلاوت کرنے سے تھا۔ پس کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی انسان کی طرف نظر محبت سے دیکھتے تو اللہ تعالیٰ اس کی قابلیتوں کے موافق اور ان امور کے مطابق جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے عالم قضاوقدر میں مقرر رکھا ہے۔" کہ وہ عالم اسباب میں مہیا ہوں۔ اس شخص کا تزکیہ کر دیتا۔ پس وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہایت درجے کا عاشق (صادق) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع (پیروی) کو اچھی طرح سے لازم پکڑنے والا اور اللہ کی کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں نہایت درجہ کا راسخ و پختہ ہو جاتا۔ (انتہی مترجما)

یہ اثر بالمشافہ ان ارباب عقیدہ پر تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت کے لئے منتخب کر لیا تھا اور اب بعد وفات شریف کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار کی برکت کے لئے اللہ کی کتاب تو وہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس طیبہ کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انفاس طیبہ ہیں۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمی اور تعلیمی فیوض و برکات کے حامل ہیں اور اسفار حدیث قلب کو پاک صاف کرنا نزول برکات موجب ہے اور جو لوگ شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار و احادیث طیبہ کا شغل و ذکر کر رکھتے ہیں۔ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معنوی صحبت کا رتبہ ملتا ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں کہا گیا ہے۔

اهل الحديث همو اهل النبي وان

لم يحبوا نفسه انفاسه صحبوا

"یعنی اہل الحدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل ہیں۔ اگر چہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کی صحبت کا شرف نہیں پایا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انفاس طیبہ کی صحبت تو حاصل ہے۔"

حضرت شاہ عبداللہ مجددیؒ المعروف شاہ غلام علی صاحبؒ مقامات مظہری میں بضمن ذکر حاجی محمد افضل صاحب سیالکوٹی حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید کا قول نقل فرماتے ہیں۔ حضرت (مرزا جان جاناںؒ) صاحب فرماتے تھے کہ اگر چہ میں نے حضرت (حاجی

محمد افضل) صاحبؒ سے بظاہر (سلوک فقر) کا حضرت (حاجی) صاحب کا استفادہ نہیں کیا۔لیکن حدیث شریف کے سبق کے ضمن میں آپ کے باطن شریف سے فیوض فائض ہوتے تھے اور عرض نسبت میں قوت پہنچی تھی ۔حضرت (حاجی) صاحب کو حدیث شریف کے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت میں استغراق ہو جاتا ہے اور بہت سے انوار و برکات ظاہر ہوتے تھے گویا کہ معنوی طور پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت حاصل ہو جاتی تھی ۔ الخ (مقامات مظہری) الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چشمہ فیض کے و برکت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض بوجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاتم النبین ہونے کے تا قیام دنیا جاری ہے اور ان فیوض کے حصول کے ذرائع قرآن وحدیث کی اتباع اور محدثین عظام کی صحبت ہے قرآن وحدیث تو اصل منبع ومخزن شریعت ہیں اور محدثین و اولیاء اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علوم و اعمال کے محافظ و رہنما ہیں ۔بس ان کی رہنمائی میں سیدھے چلے جاؤ اور دائیں بائیں نہ دیکھو۔پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی محبت بھر ثمرہ پالوگے ۔(18)

باب پنجم

مسلک اہل حدیث اور بیعت وارادت

مسلک اہلحدیث کے متعلق جہاں دیگر ابہام پائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلک اہلحدیث میں بیعت وارادت کا سلسلہ نہیں پایا جاتا۔ گوکہ اس عہد میں یہ حقیقت موجود ہے مگر اکابر اہلحدیثؒ اس الزام سے کلی طور پر بری الذمہ ہیں۔ بلکہ ان کے ہاں یہ سلسلہ بیعت وارادت ایک معمول سا نظر آتا ہے۔ کسی زمانے میں خاندان غزنویؒ اور لکھویؒ بیعت سلوک اور تزکیہ نفس کی تعلیم وتربیت کے لئے بہت مقبول ومعروف تھے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ صوفیاء اہلحدیث کا طریق تربیت سلوک بعینہ وہی تھا جو مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ہاں ملتا ہے۔ یعنی توجہ، لطائف اور مراقبات وغیرہ۔ اور یہ بیعت وارادت اتنی عام تھی کہ مشہور سوانح نگار مولانا محمد اسحاق بھٹی فرماتے ہیں:

"بیعت واردات کا یہ سلسلہ اہلحدیث حضرات میں بھی ایک عرصہ تک جاری رہا۔ مولانا سید داؤد غزنویؒ کے جد امجد سید عبداللہ غزنویؒ کو "عبداللہ صاحب" کہا جاتا تھا۔ ان کے حالات فقہائے ہند کی نویں جلد میں (جو تیرھویں صدی ہجری کے علماء وفقہاء کے واقعات وکوائف پر مشتمل ہے) تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ (مولانا محی الدین لکھویؒ کے جد محترم) نے غزنی جا کر ان سے بیعت کی تھی وہ

غزنی سے ہجرت کر کے امرتسر کے قریب بستی" خیر دین" میں تشریف لائے تو میرے دادا (میاں محمد) کے حقیقی چچا میاں امام الدین اور ہماری برادری کے ایک بزرگ حاجی نور الدین بیعت کیلئے ان کی خدمت میں گئے تھے لیکن حضرت عبداللہ فارسی اور عربی بولتے تھے، یا پشتو میں بات کرتے تھے اور یہ حضرت ان کی بات نہیں سمجھ پاتے تھے۔ اس لئے ان کے حلقہ بیعت میں شامل نہ ہو سکے اور پھر ان کے مرید ومبائع مولانا محی الدین عبدالرحمنؒ لکھوی سے بیعت کر لی۔

حضرت عبداللہ صاحب کے صاحب زادگان گرامی حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی (جو مولانا داؤد غزنوی کے والد مکرم تھے) اور مولانا عبدالواحد غزنویؒ جو مولانا داؤد غزنویؒ کے حقیقی چچا تھے لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور ہمارے علاقے اور خاندان کے بعض لوگ ان سے بیعت ہوتے تھے۔ مولانا معین الدین لکھوی کے والد محترم حضرت مولانا صوفی محمد علی لکھوی جلیل القدر عالم تھے۔ اگر ان سے کوئی شخص بیعت کرنا چاہتا تھا، وہ اپنے حلقہ بیعت میں شامل کر لیتے تھے۔

ضلع فیروز پور میں ایک گاؤں "چھنیاں والی" تھا، جس میں نہایت متقی بزرگ مولانا کمال الدین قیام فرما تھے، جو مسلکاً اہلحدیث تھے اور ڈوگر برادری سے تعلق رکھتے تھے، اور اس نواح میں مرجع خلائق تھے۔ لوگ ان سے بیعت ہوتے تھے۔ اس فقیر کو چھوٹی عمر میں ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔

حضرت شاہ محمد شریف گھڑیالویؒ کے تدیّن وتقویٰ کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ ان سے بھی لوگ بیعت ہوتے تھے۔ اس گنہگار کو بھی انہیں سے بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ یہ آزادی سے کئی سال پہلے کی باتیں ہیں۔" (1)

سید شاہ محمد شریف گھڑیالویؒ اکابرین اہلحدیث میں سے تھے۔ آپ نے خود کہاں تصوف وسلوک کی تربیت حاصل کی، اس کے بارے میں کچھ پتہ نہ چل سکا۔ البتہ آپ

کے خاندانِ غزنویہ کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔علمائے غزنویہ آپؒ کے ہاں گھڑیالا بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ممکن ہے کہ آپؒ نے تصوف کی تعلیم وتربیت بھی صوفیائے غزنویہؒ سے حاصل کی ہو۔آپ صاحب کشف وکرامات ولی اللہ تھے۔آپ کی بہت سی کرامات کا تذکرہ کاروان سلف میں موجود ہے۔ایک زمانے میں انھیں صوبہ پنجاب کی جماعت اہل حدیث کا امیر منتخب کیا گیا تھا۔(2)

سید محمد اسماعیل کا بیان ہے کہ معتبر عینی شاہدوں کے ذریعے انھیں یہ بات پہنچی ہے کہ شاہ صاحب کی خدمت میں جنات بھی آتے تھے،اوران کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔(3)

"بزم ارجمنداں" میں بھی بھٹی صاحب کے یہ الفاظ ملتے ہیں:

"جماعت اہل حدیث کے پرانے بزرگوں کا یہ معمول تھا کہ ان کے عقیدت مندوں میں سے کوئی ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہونے کا متمنی ہوتا تو وہ اسے بیعت لے لیتے۔لیکن بیعت ان کے نزدیک ضروری اور لازمی نہ تھی ۔"(4)

مندرجہ بالا اقتباس پر مولانا غلام رسول قلعویؒ کے پڑپوتے ملک عصمت اللہ قلعویؒ اس انداز میں تبصرہ فرماتے ہیں:

"مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ تصوف وسلوک سے آشنا اور اس راہ کے مسافر تھے۔ مانا کہ بیعت "ضروری" اور "لازمی" نہیں لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بیعت بہر حال اخلاقی اور روحانی تربیت کا ذریعہ ہے۔ اس کی افادیت اور اہمیت کو بھٹی صاحب سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔ یہ اس لئے کہ وہ خود یکے بعد دیگرے بزرگوں کے حلقہ بیعت میں شامل رہ چکے ہیں۔تہجد کب "ضروری" ہے لیکن یہ روحانی ترقیوں کا زینہ ہے۔کوئی بھی اس کی افادیت اور ضرورت کا منکر نہیں۔ پرانے بزرگ نہ صرف بیعت کے قائل رہے ہیں بلکہ بیعت لینا ان کا معمول بھی تھا۔ یہ "جدید" بزرگوں کو کیا ہو گیا ہے، جو انفرادی طور بھی اس عمل سے گریزاں ہیں،اور جماعتی اور مسلکی طور پر بھی۔

اغلباً یہی سبب ہے کہ ہمارے ہاں اخلاق اور روحانیت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ الا ماشاء اللہ (5)

بیعت وارادت مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹیؒ کی نظر میں:

مولانا ابرہیم میر سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں:

"جس طرح جسمانی جنم کے بعد جسمانی پرورش کی نگہداشت اور کفالت مہربان ماں باپ کرتے ہیں۔اسی طرح روحانی جنم یعنی بیعت کے بعد روحانی پرورش واصلاح کی نگہداشت مرشد مشفق کرتا ہے۔پس جس طرح بچہ جسمانی پرورش کے زمانہ میں ماں باپ پر اعتماد کر کے جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے۔اسی طرح مرید کو بھی چاہیے کہ وہ روحانی تربیت کے زمانہ میں یعنی جب کہ وہ مرشد کی زیرنگرانی روحانی عملیات مسنونہ کی مشق کرتا ہو۔اپنے مرشد سے خلوص وعقیدت رکھے اوراس کی تعلیم کردہ ہدایتوں پر عمل کرتا رہے تا کہ اپنی قسمت وکوشش کی مقدر منزلت کوحاصل کر سکے"۔(6)

اوصاف شیخ:

مزید فرماتے ہیں:

"پس اس مرشد کا متبع سنت، صحیح العقیدہ اور صالح العمل ہونا ضروریات سے ہےاور یہ بھی کہ کفر وشرک الحاد و بدعت، فسق وفجور اور اعمال سئیہ کی آلودگیوں سے پاک ہو، اور یہ بھی کہ وہ فرائض وسنن اور مستحبات کا ادا کرنے والا محرمات اور مکروہات اور مشتبہات سے پرہیز کرنے والا ہو۔پس ایسا پاکباز متبع سنت شیخ آنحضرت ﷺ (خزانہ روشنی) سے قلبی تعلق رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ سے نور حاصل کرے اور اس کی انعکاسی شعاعیں مرید کے آئینہ صافی پر ڈالے۔"(7)

شیخ کامل کی پہچان:

حضرت مولانا سید نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں:

" شیخ کا کمال اور تکمیل اسی میں منحصر نہیں کہ اس سے خرق عادات کا ظہور ہو، خواطر پر اشراف رکھتا ہو، یا وجد وحال وشوق میں رہتا ہو، کیونکہ اس قسم کے افعال تو جوگی، فلسفی اور برہمن لوگوں سے بھی سرزد ہوتے ہیں اور یہ امور سعادتِ بشر کی دلیل بھی نہیں، لہٰذا کامل اور مکمل شیخ وہ ہے جو ظاہر شریعت پر مستقیم اور کتاب وسنت پر عامل ہو، تاکہ اس پر متقی کا اطلاق ہو سکے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ولایت کو تقویٰ میں منحصر فرمایا ہے:

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (الانفال:۳۴)۔ نہیں ہیں اس کے دوست مگر پرہیزگار۔ متقی کی صحبت میں بیٹھنے میں خواہ اس سے فائدہ ہو یا نہ ہو، کوئی قباحت نہیں، اگر صحبت میں اثر نہ دیکھے تو جدا ہو جائے، لیکن اس کے ساتھ حسن ظن رکھے، اور جس کی صحبت میں تاثیر پائے اس کی صحبت اختیار کرلے، اس لئے کہ حق مقصود ہے شخص نہیں۔

تاثیر سے مراد ہے کہ اس کی صحبت میں دل کی حالت ایسی ہو جائے کہ دل دنیا سے سرد پڑ جائے۔ خدا، رسول کے دوستوں کی محبت، اعمال صالحہ کی الفت اور حسنات کے کرنے اور سیئات سے بچنے کی توفیق حاصل ہو۔ اسے دیکھ کر خدا یاد آئے۔ حضور و آگاہی کا دوام میسر ہو۔ ذکر خدا سے اطمینان وجمعیت خاطر میسر ہو۔ نیک کاموں سے اس کی نسبت و حالت بڑھے اور برے کاموں سے دل میں تنگی و بے آرامی اور نسبت میں کمی واقع ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

"اذا سرتك حسنتك وسآئتك سيئتك فانت مومن"

"جب تیری نیکی تجھے خوش کرے اور تیری برائی تجھے بری محسوس ہو تو تو مومن ہے۔"

یہ اسی طمانیت و تنگی سے کنایہ ہے۔ اس زمانہ میں ایسے شیخ کا ملنا نہایت مشکل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مجددؒ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے:

"ہر مریضے کہ طالب صحت کاملہ یعنی نسبت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد باید کہ اتباع

سنت نبویہ را بہتر از جمیع ریاضات ومجاہدات شناسد وانوار و برکاتے کہ براں مرتب کردد افضل از ہمہ فیوضات داند ہمہ جید واذ اق متعارفہ را در جنب جمعیت باطن ودوام حضور اعتباری ننہد ودرصحبت عزیز یکہ ازیں امور اثرے دریابد اورا نائب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دانستخد متش لازم گیرد وبخو دمویز ایں راہ فریفتہ نشود اگر چہ لزیذ باشد والسلام!"

ہر وہ مریض (روحانی) جوصحت کاملہ یعنی نسبت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طالب ہواسے چاہئے کہ اتباع سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوتمام ریاضات ومجاھدات سے بہتر سمجھے اور اس (اتباع) پر مترتب ہونے والے انوار وبرکات کوسب فیوضات سے افضل جانے اور ہر قسم کے متعارف ومروج وجد وذوق وحال کو جمعیت باطن اور دوام حضور کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہ دے اور گرامی قدر شخص کی صحبت میں ان امور کے کچھ آثار دیکھے اس کی خدمت خود پر لازم کر لے۔ اور اس راہ کے اخروٹ اور منقی پر فریفتہ نہ ہو اگر چہ وہ لذیذ ہو۔ والسلام (8)

اوصاف مرشد مولانا سید محمد عبدالاوّل غزنویؒ کی نظر میں:

آپؒ مشکوۃ المصابیح کی حدیث کہ سیدا سماء بنت زید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوفرماتے سنا ہے کہ کیا میں تم کوخبر نہ دوں کہ تم میں سے بہترین لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا بہترین تمہارے وہ لوگ ہیں کہ جب ان کودیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آئے، کے فوائد میں لکھتے ہیں:

"مصنف اس حدیث کواس باب میں اس لئے لائے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ ایسے لوگ محبت کے لائق ہیں اور یہ بہت عمدہ پہچان ہے سالک الی اللہ کی۔ نقشبندی حضرات نے فرمایا ہے کہ جب کسی شخص کی ملاقات اور زیارت سے قلب پر اثر نہ ہو اور عزوجل کی

طرف شوق پیدا نہ ہوتو تو اس کی وعظ اور صحبت میں کوئی فائدہ نہ ہوگا"۔(9)

پیری مریدی کی حقیقت سید عبدالجبار غزنویؒ کی نظر میں:

پیر اور مرید میں شاگرد اور استاد والی نسبت ہے، جس سے کوئی فن یا علم یا خاص کر احکام اسلام سیکھے، اس کو استاد یا شیخ کہتے ہیں۔ اور جو مرد کامل طریقہ حضور دائمی کا (جس کو اصطلاح شرع میں احسان کہتے ہیں) بتلا دے اس کو مرشد یا پیر کہہ کر پکارتے ہیں۔ احسان کا درجہ سب عملوں سے بڑھ کر ہے، اور جو اس عالی منصب پر مترقی ہوتی ہے سو وہی پیر اور پیشوا سمجھے جاتے ہیں۔ اگر کہو یہ صوفیوں کے ڈھکوسلے ہیں، اسلام کے سوا اور کچھ نہیں تو ہم آپ کو پتہ بتلا دیتے ہیں مشکوۃ کتاب الایمان فصل الاوّل کا مطالعہ کرو، درجہ احسان کا اس میں صاف صاف ذکر ہے۔"(10)

مزید فرماتے ہیں:

بعض علماء ہمعصر ہمارے کہتے ہیں کہ بیعت صالحوں کے ہاتھ پر بیشک سنت ہے، مگر پیری مریدی بدعت ہے۔ میں (امام عبدالجبار غزنویؒ) کہتا ہوں یہ ان کی بڑی بھاری غلطی ہے، جب بیعت صالحوں کے ہاتھوں پر سنت جانتے ہیں، پس پیری مریدی کہ عبارت ہے بیعت کرنے اور طریقہ احسان بتلانے سے جو دونوں کتاب وسنت سے ثابت ہیں، کیوں بدعت ہوئی؟ بلکہ اس وقت میں پیری و مریدی فقط بیعت لینے اور کرنے کا نام ہے۔ جس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی جاوے، اگرچہ اور کچھ نہ بتلاوے اس کو پیر کہتے ہیں اور بیعت کرنے والے کو مرید۔

تعجب ہے جب بیعت سنت ہے تو عمل اس کا کیوں مبتدع ہو۔ اس تقریر سے جب وہ لاجواب ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا مطلب ہے کہ بیعت لینے والے کا پیر نام رکھنا اور کرنے والے کو مرید کہنا بدعت ہے۔ اور یہ قول ان کا غلط ہے، کیوں کہ اسماء امور عادیہ سے ہیں، اور امور عادیہ میں بالاتفاق بدعت نہیں ہوتی۔ مثلاً غلام علی، احمد اللہ، عطا

اللہ، وامثال ذلک نام رکھنا اور استاد شاگرد کہنا بھی بدعت ہو جائے گی، کیونکہ یہ نام سلف سے منقول نہیں۔ ہاں اگر کوئی فقط اس خالی نام کو ثواب اور عبادت سمجھے تو بے شک اس کے حق میں بدعت ہوگی۔(11)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جاہلوں کی پیری مریدی میں بہت سی قباحتیں ہیں، مگر برائی سے بچنے کے لئے سنت سے انکار کرنا اور اس کو حرام اور بدعت کہنا ہرگز جائز نہیں اور اس واسطے مشروع ہوئی ہے۔(12)

عقد بیعت کے دو جز:

حضرت الامام سید عبدالجبار غزنویؒ فرماتے ہیں:

"عقد بیعت کے دو جز ہیں، ایک عہد لسانی دوسرا عہد فعلی، جب تک دونوں اجزا جمع نہ ہوں گے، بیعت کا انعقاد نہ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ بیعت کے وقت مردوں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑتے، اگر بیعت کرنے والا حاضر نہ ہوتا تو جناب رسالت اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر مار کر فرماتے، یہ فلاں شخص بیعت کرنے والے کا ہاتھ ہے۔ معاذ اللہ فضول امر کے لئے آنحضرت ﷺ اتنا اہتمام کرتے تھے۔ ایسے ہی جب عورتوں سے بیعت لیتے تو واسطے اہتمام عقد بیعت کے ان کی طرف ہاتھ پھیلاتے اور بیعت کرنے والیاں آنحضرت ﷺ کی طرف ہاتھ بڑھاتیں، چونکہ نامحرم کے بدن کو مس نہ کر سکتے تھے، اشارہ پر اکتفا کرتے تھے۔"(13)

اہل سلوک کا خلیفہ و جانشین مقرر کرنے کا بیان:

منکر تصوف غلام علی قصوری صوفیاء کے طریق میں "ایک آدمی کو گدی پر بٹھانا اور اسی کو بیعت کے واسطے مقرر کرنا اور اس کا حق موروثی سمجھنا یہ سنت ہنوز و مہنتوں کی ہے" لکھا تو جواباً حضرت الامام سید عبدالجبار غزنویؒ فرماتے ہیں:

جس کو آپ ہنود کی رسم کہتے ہیں، وہ سنت انبیاء ہے، جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کو جانے لگے،تو ہارون علیہ السلام سے فرمایا۔ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ (سورۃ الاعراف،142)۔تو میرا نائب رہیو میری قوم میں اور لوگوں میں اصلاح رکھنا اور مفسدین کی پیروی نہ کرنا،حضرت خاتم المرسلین نے جب غزوہ تبوک کی تیاری کی تو علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد کیا انت منی بنزلة هارون من موسى (و فی روایة المسلم أنه لا نبوة بعدی۔ صحیح مسلم ص۲۷۸ ج۲) تو مدینہ رہ تو ہمارا جانشین ہے،جیسا ہارون علیہ السلام نے اپنے بھائی موسیٰ کا (بحالت سفر) جانشین تھا۔انبیاء عظام دعا کرتے کہ اے پروردگار ایسی اولاد دے جو ہماری نائب ہو اور لوگوں کی پیشوا ہووے۔ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۝ (سورۃ مریم) زکریا علیہ السلام نے دعا کی تو مجھے کام سنبھالنے والا دے، جو وارث ہو، میرا اور خاندان یعقوب علیہ السلام کا۔اور اللہ جل شانہ خبر دیتا ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (سورۃ النمل16) سلیمان علیہ السلام اپنے باپ داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔

واضح رہے کہ مراد اس ورثہ سے نبوت اور امامت ہے، کہیں روافض کی طرح مال ومتاع سے تاویل نہ کرنا اور صحابہ کرام نے بعد انتقال پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گدی پر بٹھلایا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرما گئے، ایسے ہی عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ باتفاقِ صحابہ جانشین ہو گئے، ایسے ہی مشائخ کرام کی اولاد یا مریدوں میں سے جو تقویٰ اور دیانت سے موصوف ہوتا ہے، وہ بزرگوں کا جانشین اور نائب قرار پاتا ہے، اور لوگ اس کی خداداد خوبیوں کے سبب اس کو ہمعصروں میں سے ممتاز جان کر پیشوا پکڑتے ہیں۔ کہو یہ انبیاء اور صدیقین سے مشابہت ہے یا مہنتوں کی متابعت اور بندگان خدا میں سے کئی ایک ایسے بھی گذرے ہیں، نہ ان کو کسی نے گدی پر بٹھلایا اور نہ انہوں نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا۔غیب الغیب سے خلعت

امامت ان کو عطا ہوا، خلق اللہ کے دلوں میں ان کی ارادت اور محبت بھری گئی۔ ہزاروں آدمی دور دور ملکوں سے آ کر ان کی صحبت اختیار کرتے رہے، اور علی الرغم الحاسدین ان کے ہاتھوں پر بیعت کرتے رہے۔ چنانچہ ہمارے مرشد اور امام عبداللہ صاحب غزنوی **تغمدہ اللہ بغفرانہ و اسکنہ بحبوحتہ حبناتہ** ابھی گذرے ہیں، جب تک تھے مجمع الخلائق تھے۔ کیا یہاں ترجیح بلا مرجح کا اعتراض خدا پر کرو گے؟۔(14)

حضرت مولانا غلام رسول قلعویؒ کے شیخ کی نصیحت:

"جو پیر متبع شریعت ہو، اس کی تلقین روح کو صاف اور منور کر دیتی ہے۔ غیر شرعی صحبت انسان کے لئے سم قاتل ہے۔ ان سے پرہیز لازم بلکہ فرض عین ہے۔ اگر سرمو مخالف رسول ﷺ کا دیکھو، لوگوں میں اس کی کرامتیں مشہور ہوں، دنیا بھی اس کے پیچھے ہو، اس سے اس طرح بھاگو، جس طرح انسان شیر سے بھاگتا ہے۔ صوفی اور شیخ کامل لائق بیعت وہ ہوتا ہے جس کے افعال و اعمال و اقوال مطابق رسول ﷺ کے ہوں۔ پیر کو عشق الٰہی حاصل ہوتا ہے اور فنا فی اللہ اور حضور دائمی اس کے نصیب میں ہوتا ہے"۔(15)

بیعت و ارادت حضرت مولانا سید داؤد غزنویؒ کی نظر میں:

آپ کے فرزند ارجمند پروفیسر ابوبکر غزنویؒ فرماتے ہیں:

بیعت طریقت کے بارے میں حضرت والد علیہ الرحمہ کی رائے وہی تھی جس کا اظہار حضرت شاہ ولی اللہؒ نے "قول جمیل" میں کیا ہے۔ بیعت طریقت کو مسنون اور موجب برکات سمجھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ:

> "کہ یہ کہنا درست نہیں کہ حضور ﷺ کے عہد میں صرف بیعت اسلام اور بیعت جہاد ہی تھی"۔

مسلم شریف، ابوداؤد اور نسائی کی اس حدیث سے استدلال فرماتے تھے:

حضرت عوف بن مالک اشجعی کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے۔ہم سات آدمی تھے یا آٹھ نو ہوں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کے رسول کی بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور آپؐ نے فرمایا کہ ان باتوں پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ گے اور پانچ وقت نماز پڑھو گے اور احکام توجہ سے سنو گے اور اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ کی اور وہ یہ تھی کہ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض افراد کو دیکھا کہ اگر ان میں سے کسی کا کوڑا اگر جاتا تو وہ بھی کسی سے نہ مانگتا کہ اسے اٹھا کر دے دے۔

فرماتے تھے:

"یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخاطب صحابہ کرام ہیں۔اس لئے یہ بیعت اسلام نہ تھی اور بیعت کے مضمون سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہ تھی بلکہ اعمال صالحہ کے التزام واہتمام پر بیعت لی گئی اور صوفیائے کرام کے ہاں جو بیعت معمول ہے،اس کی حقیقت بھی اعمال صالحہ کے التزام واہتمام کا معاہدہ ہے۔"(16)

مولانا عبدالمجید سوہدریؒ فرماتے ہیں:

"شیخ،مرشد،صوفی،ولی کے لئے ضروری ہے کہ متبع سنت ہو،اور سنت کا نہایت پابند ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی پرسکون اور ٹھہر ٹھہر نماز پڑھتا ہو۔خواہ اس سے کوئی کرامت سرزد ہو یا نہ ہو۔"(17)

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ اور بیعت وارادت:

مولانا بھٹی اپنی ارادت کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے میں سید محمد شریف شاہ گھڑیالوی

تشریف لائے۔ وہ نہایت تقویٰ شعار بزرگ تھے اور پنجاب کی جماعت اہلحدیث کے امیر تھے۔ پیکر زہد وعبادت اور بہ درجہ غایت منکسر ومتواضع۔ لوگ ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہوتے تھے اور ان سے صالحیت کی باتیں سنتے تھے۔ میرے دادا مجھے ان کے پاس لے گئے۔ اس وقت وہ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ ان کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ دادا مرحوم نے ان سے کہا کہ یہ میرا پوتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ اسے اپنے حلقہ بیعت میں شامل فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ یہ علم حاصل کرے اور امور خیر کی طرف اس کا دھیان رہے۔ چناچہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مجھے اپنے حلقہ بیعت میں شامل کر لیا اور دعا بھی فرمائی۔ مجھے کچھ نصیحتیں بھی کیں۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال ہوگی۔ شاہ صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے فیروز پورہ میں مجھے مولانا کمال الدین ڈوگر (ساکن چھنیاں والا) کے حلقہ بیعت میں شامل کرادیا تھا۔" (18)

فاضل جلیل حضرت مولانا سید نواب صدیق حسن خانؒ اور اظہار نسبت وارادت:

آپ فرماتے ہیں:

"میرا حال یہ کہ میں نے کسی کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہیں کی۔ اس لئے کہ مجھے قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے مشروط) شرائط (کے موافق کوئی شیخ میسر نہیں آیا۔ میں بیعت کے وجوب کا قائل تو نہیں البتہ اسے مستحب ضرور جانتا ہوں۔ (19)

نواب سید صدیق حسن خانؒ نہ صرف خود صوفی تھے بلکہ آپ کا تمام خاندان تصوف و طریقت سے وابستہ تھا۔ آپ فرماتے ہیں:

"اگرچہ میں صوفیاء کے تمام طرق کو موصل الی اللہ سمجھتا ہوں اور جملہ طرق کے مشائخ کو مانتا ہوں، لیکن میرے آباؤ اجداد، استاتذہ اور مشائخ کا طریقہ نقشبندیہ ہے؛ گو اور طرق کی بھی اجازت حاصل تھی۔" (20)

مزید فرماتے ہیں:

"میں سلوک سبیل علم میں اپنے باپ، ان کے مشائخ اور اپنے مشائخ اور اپنے شیوخ علم کے طریقہ پر چل رہا ہوں۔"(21)

فرزندانِ سید نواب صدیق حسن خانؒ اور بیعت وارادت:

تذکرہ فضلِ رحمن گنج مرادآبادیؒ میں مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

"رضی الدولہ نواب سید نورالحسن خان (فرزند اکبر امیر الملک والاہ جاہ نواب سید صدیق حسن خان رئیس بھوپال) حضرت مولانا (فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ) سے بیعت تھے۔ حضرت مولاناؒ کا ایسا عشق صادق دیکھنے میں نہیں آیا۔ ان کو ہر ایسے واقعہ اور ایسے جزئیہ کی تلاش رہتی تھی جس کا مولاناؒ سے دور کا بھی تعلق ہو۔ خود بڑے ذوق وشوق حسن عقیدت سے رسائل لکھے اور چھپوائے۔(22)

فرزند اصغر نواب علی حسن خان بھی حضرت مولاناؒ کے مرید تھے۔ "سفر سعادت" کے عنوان سے تذکرہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی میں تفصیلی ذکر موجود ہے۔ نواب صدیق حسن خانؒ نے خود نواب علی حسن خان کو حضرت مولاناؒ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ یہاں عنوان کی نسبت سے صرف بیعت کا ذکر کئے دیتا ہوں۔

نواب علی حسن خان مرحوم فرماتے ہیں:

"چوتھی جمادی الثانی 1305ھ کو گنج مرادآباد سے روانہ ہوا۔ جمعہ کے دن مغرب کے وقت وہاں پہنچ کر حضرت مرشدنا مولانا فضل الرحمن کی خدمت اقدس میں باریاب ہوا۔ صبح کو نماز فجر کے بعد پھر مجھ کو حضرتؒ کے دیدار فائض الانوار سے مستفیض ہونے کا موقع ملا، اور میں نے ان کے دست شریعت وطریقت پناہ پر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی۔ قریباً نصف ساعت سے زائد حضرت مراقب رہ کر مجھ کو اپنی باطنی توجہ اور ہمت باطنی سے مستفید فرماتے رہے۔ اس کے بعد سر اٹھا کر اپنی زبان فیض ترجمان سے

بے تابانہ عشق کے لہجے میں فرمانے لگے، "امنے پیا پر من واروں جوواروں سوتھوڑا رہے" اس وقت برق وروح کے اتصال اور جذبات وتجلیات کے باہمی امتزاج سے میرے دل پر جو ایک سرور والہانہ ووجدانی کیفیت طاری تھی، اس کو لفظوں میں ادا کرنا میرے لئے قطعاً ناممکن ہے۔

لطیفہا کہ بہ لفظ دیباں نمی گنجد تو چوں فرشتہ زغیب آمدی ودافتگی (23)

خود نواب صدیق حسن خانؒ بھی "ابقاالمنن بالقاءالمحن" میں فرماتے ہیں:

مولانا فضل الرحمٰن ۱۲۰۸ھ تا ۱۳۱۳ھ بارک اللہ فی حیاتہم بھی بارہا قنوج میں تشریف لاکر جامع مسجد میں ٹھہرتے تھے اور میرے گھر بھی آتے جاتے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں سے بہت محبت کرتے تھے اور والد علیہ الرحمہ کی قبر پر بھی جایا کرتے تھے۔ آج کل مولانا صاحب کی شخصیت قناعت اور زہد تقویٰ کے اعتبار سے یادگار روزگار ہے۔ میرے بڑے فرزند نورالحسن خان کو ان سے بہت زیادہ انس اور عقیدت ہے۔ (24)

والد گرامی نواب صدیق حسن خانؒ اور بیعت وارادت:

نواب صدیق حسن خانؒ اپنے والد ماجد کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وكانت بيعته على يد السيد العارف احمد البريلوى"

یعنی انھوں نے سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ سے بیعت کی تھی۔

آگے فرمایا کہ، فبلغ عدد من باع على يد الشريفة واهتدوا بهديه عشرة آلاف انسان تقريباً، یعنی آپ (نواب صاحب کے والد) کے ہاتھ شریف پر تقریباً دس ہزار انسانوں نے بیعت کیا اور آپ کی راہنمائی وطریقہ سے ہدایت پائی۔ (25)

مولانا سخاوت علی جونپوریؒ اور بیعت وارادت:

"مولانا سخاوت علی جونپوری (۱۲۲۶ تا ۱۲۷۴ھ) کا شمار اولین علماء مسلک

اہلحدیث میں کیا جاتا ہے۔ آپ نے مولانا قدرت علی سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ مولانا عبدالحی دہلویؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ دہلوی سے سند حدیث حاصل کی اور سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہوئے۔" (26)

ابوالفیاض عبدالقادر بن شیخ عبداللہ اور بیعت وارادت:

" آپ ڈومن پورہ پچھم پیدا ہوئے، آپ کا شمار سید نذیر حسین دہلویؒ کے تلامذہ میں کیا جاتا ہے۔ آپ مولانا شاہ ضیاء النبیؒ رائے بریلوی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ احسان وسلوک کی تربیت حاصل کر کے منازل سلوک طے فرمائیں۔ آپ کے بے شمار تلامذہ اور تصنیفات بھی ہیں۔"(27)

شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ اور بیعت وارشاد:

" مولانا غلام رسول قلعویؒ اور سید عبداللہ غزنویؒ علم حدیث میں شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ سے فیض یافتہ تھے۔ حضرت سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مبارک سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ آپ سے اقتباسِ علم کے بعد سید عبداللہ غزنویؒ سے بیعت ہوا کرتے تھے اس ضمن میں ایک واقعہ بھی ملتا ہے کہ:

مولوی شاہ ممتاز الحق صاحب مرحوم جب حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی کے حضور میں بغرضِ بیعت وارشاد حاضر ہوئے تو عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ تم دہلی جا کر وہاں رہو اور شرفِ صحبت شیخ سے مستفید ہو کر ان سے اجازت لے کر یہاں آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ دہلی آئے اور یہاں بہت دنوں تک رہے۔ پھر جب میاں صاحب کے خط کے ساتھ امرتسر پہنچے، تب عبداللہ صاحب نے ان سے بیعت لی اور اپنے مسترشدین میں داخل کیا۔"(28)

اس ضمن یہ واقعہ بھی "الحیات بعد المات" میں ہے:

ایک مرتبہ ایک طالب علم نے میاں صاحب سے ایک سفارش کا خط بنام شاہ فضل

الرحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ کے چاہا کہ وہ میری تعلیم وتربیت کریں۔میاں صاحبؒ نے بے تکلف لکھ دیا۔مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب نے جواب میں لکھا:

" آپ نے اس شخص کو میرے پاس کیوں بھیجا؟ ہم کیا جانتے ہیں، جو آپ نہیں جانتے۔ہم کیا اور کچھ بتاتے ہیں۔"(29)

مولانا فضل الدین بہاریؒ جو کہ شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ کے شاگرد رشید تھے۔ آپ کے ساتھ سفر وحضر میں رہے، آپ نے شیخ الکلؒ کی سوانح حیات "الحیات بعد الممات" میں بیعت اور اقسام بیعت پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، جو کہ کئی صفحات پر مشتمل ہے، پھر بیعتِ تصوف وسلوک کو مشروع ثابت کر کے حضرت میاں سید نذیر حسین دہلویؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

" حضرات ناظرین جب آپ شریعت وطریقت کی حقیقت پڑھ چکے ہیں، تو اب ہم کو یہ دکھانا ہے کہ ہمارے میاں صاحب کیسے بیعت لیتے تھے، سوائے بیعت خلافت اور بیعت جہاد، بیعت ثبات فی القتال، بیعت ہجرت کے آپ باقی جملہ اقسام بیعت میں سے مناسب حال بیعت مریدوں سے لیتے تھے، مولوی ابومحمد حفاظت اللہ امرتسری آپ کے سفر بنگالہ تشریف فرما ہوئے تو ہم اور آپ کے پوتے حافظ عبداللہ السلام اور حاجی محمد حسین صاحب ساکن میرٹھ آپ کے ہمراہ تھے۔جس رات آپ بمقام دیپ کنڈ رونق افروز تھے، آپ کی شہرت سن کر اس قدر لوگ جھک پڑے، جن کی گنتی ناممکن تھی۔ سب کے سب نے آپ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

ایک صاحب اپنی بیعت کی کیفیت لکھتے ہیں کہ رحیم آباد میں بعد المغرب ہم میاں صاحبؒ کے حضور بیعت کے لئے حاضر ہوئے۔اس وقت تین چار آدمی قریب بیٹھے ہوئے تھے۔لیٹے لیٹے اپنے دائیں ہاتھ سے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑا۔سورۃ احزاب کے پانچویں رکوع کو"اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ سے اَجْراً عَظِيْمًا" تک تلاوت

فرما کران کے معنی اور مطالب بوضاحت تمام سمجھاتے رہے۔اس کے بعد فرمایا اگر تم ان سب اعمال کے ہمیشہ عامل رہو گے تو میں تمھاری گواہی دوں گا، ورنہ میں کہاں اور تم کہاں۔" (30)

سفر پنجاب میں لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مداہنت سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ مریدوں اور طلبہ کو اکثر اس کی نصیحت کرتے۔کوئی شاگرد اگر اپنا ارادہ بیعت کا ظاہر کرتا تو فرماتے کہ" تم شاگرد ہی کافی ہو۔"اس کے بعد اگر اصرار کرتا تو آپ بیعت لے لیتے۔جس مجمع میں آپ کسی سے بیعت لیتے، تقریباً جملہ حاضرین شریک بیعت ہو جاتے۔(31)

سید عبداللہ غزنویؒ اور بیعت وارادت:

حضرت مولانا سید عبداللہ غزنویؒ (جد امجد خاندان غزنویہ) کی مبارک حیات طیبہ کا تذکرہ گذشتہ اوراق میں گذر چکا ہے۔آپ نے اپنے عہد کے جلیل القدر اور بلند شہرت کے حامل ولی اللہ حضرت علامہ شیخ حبیب اللہ قندھارویؒ کے دست اقدس پر بیعت کی اور ظاہری و باطنی فیوض و برکات حاصل کیے۔ شیخ حبیب اللہ قندھارویؒ کا روحانی تعلق شاہ اسماعیل شہیدؒ سے تھا۔شیخ حبیب اللہؒ آپ کی ذہنی صلاحیت اور روحانی رفعت کے بہت مداح تھے۔سید عبداللہ غزنویؒ نے دوسری بیعت طریقت سید امیرؒ کوٹھا والے کے دست اقدس پر کی۔مولانا غلام رسول قلعویؒ آپ کی اس بیعت ثانی کے متعلق فرماتے ہیں:

"سید عبداللہ صاحبؒ نے محض ان کے سلسلہ سلوک میں داخل ہونے کے لئے اخوند سید امیرؒ صاحب کی بیعت کی تھی، ورنہ انہیں بیعت کی ضرورت نہ تھی۔" (32)

حضرت مولانا عبداللہ غزنویؒ کے فرزند ارجمند سید عبدالجبار غزنویؒ نے بیعت والہام کے موضوع پر ایک رسالہ "اثبات الالہام والبیعۃ" تصنیف فرمایا تھا۔

خاندان غزنویہؒ اور بیعت وارادت:

غزنویہ خاندان اور لکھوی خاندان نے مسلک اہلحدیث کیلئے علوم ظاہری و باطنی یعنی شریعت وطریقت میں جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ مسلک اہلحدیث کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے جس کا تفصیلی تذکرہ "اکابرین اہل حدیث اور احسان وسلوک" (زیرطبع) میں کیا جائے گا۔

"کاروانِ سلف" میں بھٹی صاحب لکھتے ہیں:

جس زمانے میں امرتسر شہر میں غزنوی خاندان کے علمائے کرام فروکش تھے، ان کا حلقہ ارادت اور دائرہ عقیدت دود دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے درس وتدریس کی مسندیں آراستہ تھیں اور بیعت وارشاد کے روح پرور سلسلے جاری تھے۔ بے شمار لوگ ان سے استفادہ کرتے اور ان کے طریق عمل اور نہج حیات سے مستفید ہوتے تھے۔(33)

مولانا سید داؤد غزنویؒ اور بیعت وارادت:

سید داؤد غزنویؒ فرماتے ہیں:

سلسلہ نقشبندیہ میں میری بیعت اپنے والد حضرت مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ علیہ سے ہے اور حضرت مولانا عبدالجبارؒ کی بیعت اپنے والد حضرت مولانا عبداللہ غزنویؒ سے ہے۔ حضرت مولانا عبد اللہ غزنویؒ کی بیعت شیخ وقت حضرت مولانا حبیب اللہ قندھارویؒ سے ہے۔ حضرت مولانا حبیب اللہ قندھارویؒ کی بیعت حضرت سید احمد شہیدؒ سے ہے۔(34)

مولانا غلام رسول قلعویؒ اور بیعت وارادت:

مسلک اہلحدیث کے مشہور عالم وولی اللہ مولانا غلام رسولؒ قلعوی (متوفی 1884) نے حضرت سید امیرؒ (کوٹھا شریف) کے دست مبارک پر حصول طریقت کیلئے بیعت ہوئے تھے، اور سید امیرؒ شاہ اسماعیل شہیدؒ کے پیر ومرشد سید احمد شہیدؒ سے تربیت یافتہ

تھے۔تصوف وسلوک کے موضوع پر سیدؒ کی "صراطِ مستقیم" مشہور ومعروف کتاب ہے۔ سیدعبداللہ غزنویؒ نے بھی سید امیرؒ سے بھی نسبت قائم کی تھی، ان حضرات کی آپس میں بے حد محبت وعقیدت اور موافقت تھی۔(35)

حافظ غلام الدین بگویؒ اور بیعت وارادت:

حافظ غلام الدین بگویؒ جو اپنے کے عہد جلیل القدر عالم تھے۔مولانا غلام رسول قلعویؒ نے مروجہ درسی کتب انہی ہی سے پڑھی تھیں۔حافظ غلام الدین بگویؒ نے سندِ حدیث شاہ عبدلعزیزؒ سے حاصل کی تھی۔حافظ غلام الدین بگویؒ نے شاہ غلام الدین مجددیؒ کی بیعت کی اوران سے استفاضہ کیا۔(36)

خاندان لکھوی اور بیعت وارادت:

خاندان لکھوی کا تذکرہ گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔حافظ محمد لکھویؒ کے متعلق "الفیوض المحمدیہ" میں مولانا ابراہیم خلیل لکھتے ہیں:

"حافظ محمد صاحبؒ سے مولانا عبدالحقؒ کو دوسری سند تصوف حاصل ہوئی۔ویسے تو حافظ صاحبؒ کا کئی اہل طریقت سے سلسلہ تلمذ ونسبت منسلک تھا لیکن مولوی عبدالحق صاحب نے جو سند عطا فرمائی، اس میں اپنے والد گرامی کے علاوہ ذکر نہیں کیا۔یہ سند 1309ھ کی ہے۔"(37)

مولانا عبدالحقؒ فضل حق مرادآبادیؒ سے بیعت یافتہ تھے۔حافظ محمد لکھویؒ کے والد محترم حافظ بارک اللہ لکھویؒ نے تصوف کی سند اسماعیلؒ لاہوری اور بعدازاں مرزا مظہر جاناںؒ کے خلیفہ شاہ غلام علی دہلویؒ سے حاصل کی اوران سے بیعت ہوئے۔یہ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ تھے۔(38)

مولانا عبدالرحمٰن لکھویؒ اور بیعت وارادت:

آپ کی طبیعت شروع ہی سے تصوف وسلوک کی طرف مائل تھی کیونکہ خاندان لکھوی

میں ولایت الٰہی کا سلسلہ کئی پشتوں سے جاری تھا۔ 18 سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت پا کر کسی پیر کامل کی تلاش میں تھے۔ بائیس سال کی عمر میں غزنی پہنچ کر حضرت مولانا سید عبداللہ غزنویؒ کے دست مبارک پر بیعت کر کے منازل سلوک طے کیے۔ آپ کو طریقت وسلوک میں سید عبداللہ غزنویؒ سے خلافت بھی عطا ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ خود بیعت لے کر مریدین کی تعلیم وتربیت فرمایا کرتے تھے، "کرامات اہلحدیث" میں آپ کی خلافتِ طریقت کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے:۔

"مولانا عبداللہ غزنوی نے آپ کو اپنا نائب بھی قرار دیا تھا" (39)

حضرت مولانا قاضی سلیمان منصور پوریؒ اور ان کے خاندان کا تعلق بیعت واردات:

سیرت النبیؐ پر لکھی جانے والی شہرہ آفاق کتاب "رحمۃ للعلمین" کے مصنف قاضی سلیمان منصور پوریؒ مسلکاً اہلحدیث تھے۔ آپ نے حدیث اور تصوف کی سند اپنے حضرت دادا جان (باقی باللہؒ) سے حاصل کی تھی۔ آپ کا شمار صاحب کشف وکرامات اولیاؒ اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ کو مولانا غلام نبی الربانی سوہدریؒ سے بھی ایک خاص روحانی تعلق تھا۔ (40)

علماء اہلحدیث کی سوانح وسیر مرتب کرنے والے معروف سوانح نگار عبدالرشید عراقی صاحب فرماتے ہیں:

"قاضی صاحب مرحوم مغفورا کابرین اہلحدیث کے جملہ صفات کے حامل تھے۔ مولانا سید عبداللہ غزنویؒ (م 1298) کا زہد، مولانا غلام رسول قلعویؒ (م 1291) کا جذبہ تبلیغ، مولانا سید عبدالجبار غزنویؒ (م 1331) کا ورع وتقویٰ، شیخ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادیؒ (م 1334) کی وسعت علم، مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادیؒ (م 1329) کی معاملہ فہمی، مولانا شاہ عین الحق پھلواریؒ (م 1363) کی شیفتگی

سنت اور مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھویؒ (م 1312) کا جذبہ اتباع سنت، یہ سب صفات علامہ قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ تاریخ مشاہیر جلد اول المعروف سیرۃ الائمہ آپ کی وہ تصنیف تھی جس میں دیگر اکابرین اسلام کے علاوہ صوفیائے عظامؒ کے سوانح وحالات کو بھی قلمبند کیا گیا ہے۔

قاضی صاحبؒ کے پردادا قاضی معز الدین حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے حلقہ عقیدت سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خاندان روحانیت کا قائل تھا۔ خود قاضی سلیمان منصور پوریؒ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ قاضی صوفی حبیب الرحمٰنؒ کے اکلوتے بھائی قاضی عبدالرحمٰن (المعروف وکیل) کے اکلوتے فرزند تھے۔ تمام عمر صوفی منش عمر تھے کسی ایک جگہ مستقل قیام نہ کیا۔

قاضی عبدالعزیز منصور پوریؒ آپ کے اکلوتے فرزند تھے، آپ نے رحمۃ للعالمین کے انگریزی ترجمہ میں عمر صرف کی۔ آپ صوفی منش تھے، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں خلافت پائی اور صاحب مجاز ہوئے، آپ کے اکثر اوقات مراقبات، نوافل اور وظائف میں گزرتے تھے۔

محترمہ حنیفہ قاضی انجم نے والد قاضی عبدالعزیز منصور پوریؒ سے براہ راست روحانی اور علمی تربیت کا فیض حاصل کیا۔ اردو اور فارسی میں حمد ونعت کا مجموعہ "غالیہ خوشبو" شائع ہو چکا ہے۔ (41)

مولانا فیض محمد خان بھوجیانیؒ اور نسبت وارادت:

مولانا فیض محمد خانؒ بھوجیانی مسلک اہلحدیث کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ آپ کا ورع وتقویٰ متقدمین کی مثل تھا۔ آپ مولانا عطا اللہ حنیف بھوجیانیؒ کے اساتذہ میں سے تھے۔ خود عطا اللہ حنیفؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ متاثر مولانا فیض محمد خانؒ سے ہوا ہوں۔ مولانا فیض محمد خانؒ مولانا سید عبدالجبارؒ کے فیض یافتہ اور

ارشد تلامذہ میں سے تھے۔" اشاعت خاص ہفت روزہ الاعتصام بیاد مولانا عطاءاللہ حنیف بھوجیانیؒ" میں آپ کے قدرے تفصیلی حالات لکھے گئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیائے اہلحدیث مقام ومرتبہ میں صوفیائے احناف کی مانند تھے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ اور اظہار ارادت ونسبت:

مولانا ابولکلام آزادؒ نسبت مجددی پر اپنے دلی جذبات کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

سیرتِ حضرت مجدد لکھتے ہوئے کچھ عجیب انشراحِ خاطر اور انبساطِ طبع بہم پہنچا۔ جس کی کیفیت حدِ بیان سے باہر ہے اور یقیناً اس ارادت ونسبت کا نتیجہ ہے جو حضرت ممدوح سے عاجز اور اس عاجز کے خاندان کے تمام اکابر کو نسلاً رہی ہے:

وما ذالك الا ان هنداً حشيه تمشت وجرت في جوا نبه بردا!

حتیٰ کہ اس کو اپنے خمیر طینت میں ممزوج پاتا ہوں، اور اس وقت سے برسرِ نفوذ و ظہور دیکھتا ہوں کہ

قبل ان اعرف الهوىٰ فصادف قلبا خالياً تمكنا

"یہی نسبت اور ارادت کی ایک دولت ہے، جو شاید ہم بے مائیگان اور تہی دست راہ کیلئے توشہ آخرت اور وسیلہ نجات ثابت ہو۔ اگر اس کے دامن تک ہاتھ نہ پہنچ سکے تو اس کے دوستوں کا دامن تو پکڑ سکتے ہیں۔ اللہ اس راہ میں اثبات واستقامت وزرعی عطا فرمائے اور اس کے دوستوں کی محبت وارادت سے ہمارے قلوب ہمیشہ معمور اور آباد رکھے۔" (42)

درج بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے آپ کی نسبت وطریق السلوک نقشبندیہ تھا۔

مولانا غلام نبی الربانی سوہدریؒ اور بیعت وارادت:

حضرت مولانا غلام نبی سوہدری مسلک اہلحدیث کے صاحب کشف وکرامات صوفی

بز رگ گزرے ہیں۔ آپ مشہور عالم دین مولانا عبدالمجید سوہدریؒ کے جد امجد تھے۔مولانا غلام نبی الربانی سوہدریؒ نے سید میاں نذیر حسین دہلویؒ سے سنداحادیث حاصل کی اورحصول طریقت کیلئے امرتسر جا کرسیدعبداللہ غزنویؒ کی خدمت میں حاضری دی اوران کے دائرہ بیعت وارادت میں شریک ہوئے،اور وہاں تین ماہ مسلسل قیام فرما کرمنازل سلوک طےفرمائے۔آپ نے پیر میر حیدر وزیرآبادی سے بھی اخذ سلوک کیا اوراس بات کا تذکرہ آپ کے پوتے مولانا ادریس فاروقیؒ نے "کرامات اہلحدیث" میں کیا۔مولانا غلام نبی الربانیؒ سوہدری کا شمار مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے معاصرین میں ہوتا ہے۔(43)

میاں صدرالدین بھوجیانیؒ اور بیعت وارادت:

میاں صدرالدین بھوجیانیؒ مسلک اہلحدیث کےمشہورومعروف عالم حضرت مولانا عطا اللہ حنیف بھوجیانیؒ کے والد گرامی تھے۔آپؒ کے پوتے حافظ احمد شاکر اپنے خاندانی حالات میں لکھتے ہیں:

مولانا فیض اللہ اور میاں صدرالدینؒ نے امرتسر جا کر حضرت امام عبدالجبار بن حضرت عبداللہ رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر توبہ وہدایت کی بیعت کر لی۔دادا جان ہمارے خاندان کے پہلے خوش نصیب انسان تھے،جنہوں نے دعوت توحید کو قبول کیا اورامام عبدالجبارؒ سےفیض پایااور خاندان کیلئےمشعلِ راہ بنے۔(44)

حضرت مولانا محمد سلیمان روڑیؒ اور بیعت وارادت:

مولانا محمد سلیمان روڑیؒ روڑی ضلع حصار کے رہنے والے تھے،اسی (۸۰) سال سے زائدعمر پائی۔آپ کا شمار صاحب کشف وکرامات اہل اللہ میں کیا جاتا ہے۔آپ مولاناامام عبداللہ غزنویؒ کے مریدین میں سے تھے،آپ نہایت رقیق القلب، پارسا، شب زندہ دار،متبع سنت بزرگ تھے۔ پاس بیٹھنے والوں پر اتنااثر ہوتا تھا کہ خشیت الٰہی

طاری ہوجاتی تھی، مولانا عبدالمجید "کرامت اہلحدیث" میں رقم طراز ہیں کہ:

راقم الحروف کو جب زیارت کا موقع ملا تو جماعت کے موجودہ بزرگوں میں بس آپ ہی پہ نگاہ ٹھہری تھی۔ بڑے مسکین طبع، محب خدا، عاشق رسول واقع ہوئے تھے، پہلے پہل جب بدعات کی تردید کی اور سنت کی اشاعت شروع کی تو بہت کام کیا اور آخری عمر میں بجز ذکر الٰہی اور کوئی تبلیغی کام نہ کر سکے۔ آپ کے صاحبزادے مولوی حکیم عبداللہ صاحب بھی صوفی منش بزرگ تھے۔(45)

باب ششم

صوفیائے اہلحدیث اور طریق السلوک

بیعتِ سلوک کے اس مختصر سے تذکرے کے بعد آیئے ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں کہ صوفیائے اہلحدیث کا طریقہ تربیت تصوف وسلوک کیا تھا۔ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ حضرات صوفیاء اہلحدیث کا تصوف سلوک بعینہٖ وہی ہے جو خاندانِ شاہ ولی اللہ اور سلسلہ نقشبندیہ میں ملتا ہے۔ یعنی توجہ، لطائف اور مراقبات وغیرہ۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ان کو اشغال کہا جاتا ہے اور یہی طریقہ آج بھی صوفیاء عظام کے ہاں ملتا ہے۔ راقم الحروف نے اس عہد کے جید عالم دین اور عظیم صوفی ومفسر قرآن حضرت امیر محمد اکرم اعوان حفظ اللہ کی مجلس ذکر میں دیکھا ہے۔ توجہ، لطائف، مراقباتِ ثلاثہ، مراقبہ سیر کعبہ، مراقبہ روضہ اطہر ومسجد نبوی کے بعد مراقبہ فناء فی الرسول ﷺ کروایا جاتا ہے جس میں سالک کو روحانی طور پر بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش کیا جاتا ہے، راقم الحروف ایک دونہیں، بیسیوں ایسے خوش قسمت سالکین کو جانتا ہے، جنہیں بارگاہِ نبوی ﷺ کی حاضری نصیب ہے۔ یہ بہت اونچا مقام ہے اور اہل ذوق کے لئے ہے۔ مجتہد فی التصوف، رئیس المحققین حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ جو علم تصوف وسلوک میں ایک معتدل اہل حدیث عالم دین حضرت مولانا عبدالرحیمؒ کے شاگرد ہیں، ان مقامات کی نسبت فرماتے ہیں:

مدارج السلوک از نسبت اویسیہ:

فنا فی الرسول، فنا فی اللہ اور بقا باللہ سلوک کے وہ منازل ہیں کہ ہزاروں اللہ کے

بندے ان کے حصول کے لئے کوشاں رہے، مجاہدے اور ریاضتیں کرتے رہے اور یہی آرزو لے کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان منازل کیلئے سچی تڑپ انسان کی سعادت کی بہت بڑی دلیل ہے مگر یہ منازل صرف زبانی اوراد و ظائف سے حاصل نہیں ہوتے۔ یہ قلب اور روح کا معاملہ ہے اور صرف ذکر لسانی سے تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن نہیں ہو پاتا بلکہ ان منازل کے حصول کے لئے دوسری شرائط ہیں۔ سب سے پہلے اصلاح قلب کی ضرورت ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ ذکر قلبی کثرت سے کیا جائے اتباع شریعت اور اتباع سنت کا اہتمام کیا جائے۔ اصلاح قلب ایسا کمال ہے جو شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا:

مولوی ہرگز نشد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نشد

اور کیمیا پیدا کن از مشت گلے بوسہ زن بر آستانِ کاملے

ہست محبوب نہاں اندر دولت چشم اگر داری بیا نبائمت

شیخ کامل کی رہنمائی میسر آجائے تو اتباع سنت کا اہتمام لازمی طور پر کیا جائے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا می تواں رفت جز ر پئے مصطفٰے

شیخ کامل اس راہ پر اس ترتیب سے چلاتا ہے کہ سب سے پہلے لطائف کراتا ہے۔ جب وہ منور ہو جائے تو مراقبہ احدیت کراتا ہے۔ جب یہ رابطہ خوب مضبوط ہو جائے تو شیخ اپنی روحانی قوت سے مراقبہ معیت پھر مراقبہ اقربیت کراتا ہے۔ پھر دوائر ثلاثہ، پھر مراقبہ اسم الظاہر و باطن۔ یہ مراقبات عالم ملکوت سے گزار کر شیخ کامل کراتا ہے اور دربارِ نبوی ﷺ میں حاضری ہوتی ہے۔ فنا فی الرسول ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی حضورِ اکرم ﷺ کی محبت اور آپ کی سیرت میں فناء ہو جائے۔ پھر شیخ کامل توجہ روحانی سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مراقبہ کراتا ہے۔ یہ ذکر لسانی سے نہیں حاصل نہیں ہو سکتیں، بلکہ شیخ کامل کی توجہ سے ذکر قلبی کرنے سے یہ مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ (1)

حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کے روحانی جانشین حضرت امیر محمد اکرم اعوان حفظ اللہ فرماتے ہیں:

طرہ امتیاز نسبت اویسیہ:

اس سلسلہ کا طرہ امتیاز آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت ہے اور بحمد اللہ یہ کوئی ڈھکی چھپی یا راز کی بات نہیں۔ اس وقت پوری دنیا میں ماسوائے سلسلہ عالیہ کے اس دولت کے امین اور اسکا بانٹنے والا کوئی نہیں ملتا، خلوص فی النیت، خلوص فی العمل اور رضائے باری کی تڑپ لے کر جس کا جی چاہے آئے اور خود دیکھ لے۔(2)

مکتوب مولانا غلام رسول قلعویؒ:

اکابرین اہلحدیثؒ کے ہاں تصوف وسلوک کی تعلیم وتربیت کا باقاعدہ اہتمام تھا اور اس بات کا اندازہ مولانا غلام رسول قلعویؒ کے اس مکتوب سے بھی ہوتا ہے جو آپ نے اپنے برادرِ نسبتی مولوی محمد اعظم کے نام لکھا آپ اپنے اس مکتوب میں فرماتے ہیں:

"دباعتقادِ ایں حقیر عبداللہ وارے مردے متبع سنت وزبدہ اربابِ حقیقت یافتہ نمے شود۔ مجذوب الٰہی است ومحبوب ادو صاحب ودوام آگاہی است و رضا اللہ مطلوب او کاملے مکملے مثلش دریں زماں مفقود وتربیت طلاب کما ینبغی آنجا موجود۔ عبداللہ صاحب نوشتہ بودند کہ صاحب استعداد را بہ صحبتِ حقیر ولایت کنند۔ وایں بنابرآن است کہ اشاعتِ سنت رادستاویزیست قوی وعرضِ شاں بایں امر متابعت جناب مصطفوی ست اما قومی ہمت مے باید کریمہ لا یخافون لومتہ لائم رانصب العین نمائید"۔

"اس فقیر کے خیال کے مطابق عبداللہ (سید عبداللہ غزنویؒ) جیسا کوئی سنت کا پیروکار اور ارباب حقیقت کا منتخب (شخص) نہیں مل سکتا۔ وہ مجذوب الٰہی ہیں، اللہ کے محبوب ہیں اور دائمی معرفت والے ہیں، اللہ کی رضا ان کی

چاہت ہے، وہ ایک کامل ومکمل مرشد ہیں، ان کی نظیر اس زمانے میں نہیں ملتی۔ طالبین کی تربیت جیسی ہونی چاہئے وہ ان کے ہاں موجود ہے۔عبداللہ صاحب نے لکھا تھا کہ صاحب استعداد کو حقیر کی صحبت میں روانہ کریں۔ یہ اس بناء پر ہے کہ وہ اشاعت سنت کے لئے مضبوط سند ہیں اور اس معاملے میں ان کا مقصد جناب رسول اللہ ﷺ کی متابعت ہے، جس کیلئے قوی ہمت درکار ہے، اورآیت کریمہ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (سورۃ المائدہ، 54) کو نصب العین بنانا چاہیے۔"(3)

اشغال واذکار سیدعبداللہ غزنویؒ:

خود سیدعبداللہ غزنویؒ کی مبارک سوانح میں ملتا ہے کہ:

"آپ اگرچہ سلوک کی کتابوں اورصوفیہ کے مشاغل مروجہ سے پہلے ہی بری تھے،لیکن جذبہ غیبی کے پہنچنے کے بعد آپ میں صوفیاء کے مشاغل کے ثمرات اورآثار کسی کے تعلیم کے سواء مشاہدہ کرتے تھے، رفتہ رفتہ صوفیاء کے طریق کے مطابق اس راہ پر طالبوں کو تعلیم دینے لگے، اور ہمیشہ بہمہ تن ہدایت کی زیادتی کے لئے اللہ تعالیٰ کے آگے اور نالاں رہتے، گویا آپ کا بدن اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے اوراس سے ڈرنے کی تصویر تھا۔(4)

مولانا غلام رسول قلعویؒ جو آپ کے خلیفہ مجاز بھی تھے اورآپؒ کے ساتھ بھائی چارہ بھی تھا، سیدعبداللہ غزنویؒ کے طریق السلوک کے فرماتے ہیں:

"اسم ذات کی تلقین میں ان کا طریق تمام مشائخ کے طریق سے جدا تھا اور جوش بھی علیحدہ خصوصاً لطیفہ اخفی بہت جوش کے ساتھ آتا۔ جب قلب کے لطیفے کا سبق دیتے تو فرماتے دل کو ایک ریت کا ڈھیر خیال کر کے اسم ذات کو ریت کے ہر دانہ سے نکالو اور لطیفہ قالب یعنی سلطان الذکر میں بھی آپ جدا طریقہ سے سکھلاتے کہ اپنے جسم کو ایک ریت کا ڈھیر تصور کر کے اسم ذات کا ذکر کرو اور سورۃ فاتحہ پڑھنے میں بہت کوشش

فرماتے۔معنوں کے لحاظ اور آیتوں کو بار بار پڑھنے کی شرط کے ساتھ اور وصیت کرتے تھے کہ اپنے تابعداروں میں سے ہر ایک شخص کو سکھلاؤ اور چشتیہ کے ذکروں میں سے اللہ الصمد کے ذکر کو بلحاظ معنی بہت مفید جانتے تھے اور دورہ کا طریقہ جو بعض لوگوں کو سکھلاتے تو فلک چہارم کی سیر یا فوق عرش کی سیر پر دلالت نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں یعنی سمیع ،بصیر،قدیر،علیم وغیرہ میں فکر کرنے کی تاکید فرماتے اور مریدوں کے کشف سے ڈرتے تھے، کیونکہ یہ بعض لوگوں کے حق میں مجازی فیض سے روک ہوجاتا ہے اور اگر کوئی شخص ذکر کے وقت حرکت یا بے چینی یا اضطراب کرتا تو اس کو زجر کے ساتھ منع فرماتے۔

ایک دن فقیر نے سوال کیا کہ یہ شخص رعشہ والوں کی طرح حرکت کرتا ہے اور آپ زجر کے ساتھ منع فرماتے ہیں فرمایا کہ شاید ہوائے نفسانی کا شائبہ اس کے ساتھ نہ مل جاوے اور ظالموں اور ان کے متعلقین کے کھانے سے پرہیز کرتے مگر اس وقت کو صاف معلوم ہوجاتا کہ ادھار لیا گیا ہے۔ایک دن آپ نے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے حکایت کی کہ وہ مریدوں کو اسماء الحسنیٰ کے ورد کی تعلیم کرتے اور چالیس دن کے بعد ان سے سنتے۔جس اسم کے ساتھ ان کی حالت میں تغیر آنے لگتا وہی اسم تعلیم فرماتے۔ پھر فرمانے لگے اس عاجز کی دانست میں اس کے مطابق اسم ذات ہے، پھر کسر نفسی کرتے تھے۔میں کیا ہوں اور میری سمجھ کیا ہے اور کبھی فرماتے یہ کیا مسلمانی ہے، یہ کیسا ایمان ہے اور بہت وقتوں میں اپنا انکسار ظاہر کرتے اور حبس کا طریق کسی مرید کو نہیں سکھاتے تھے۔اگرچہ اس کے منع ہونے میں دم نہیں مارتے تھے۔(5)

اور اپنے شیخ سید حبیب اللہ اخوندؒ کے متعلق سید عبداللہ غزنویؒ فرماتے ہیں:

”اخوند حبیب اللہؒ فرماتے تھے کہ معیت کا مراقبہ مجھے سب مراقبوں سے پسند آتا ہے۔“

خود آپ کے اپنے احوال میں مذکور ہے:

”کہ جذبہ الٰہی کا آغاز پہلے دن شام کے بعد تھا، جوخودبخود بلا واسطہ پیر کے جذب الٰہی پہنچ گیااورتمام زور کے ساتھ ماسوااللہ کومیرے دل سے کھینچ لیا۔ یہاں تک کہ تین دن تک مجھ کواپنےنفس سے کدورت اورظلمت اس طورمعلوم ہوتی تھی۔ازخود گندی بوآتی جس سے جی متلانے لگتااور باقی لوگوں سے بھی دیکھنے کے وقت قے آنےلگتی۔فقرامل یہاں تک تھی کہ فانی زندگی پرکسی طرح اعتماد نہ رہااورمخلوقات سے یہاں تک نفرت تھی کہ نماز جماعت کےساتھ بڑی دشواری کےساتھ گزاری جاتی اورذکر کی نسبت اس طرح غالب تھی کہ جوشخص مجھ کودیکھتا،ذکرکرنے لگتا تھااورکبھی کبھی چھت کی لکڑیوں سے بھی ذکرسنا جاتا۔

برف کی بارش کے موسم میں جب آگ پر بیٹھتا،تونفی اثبات کے وقت جو میں سر کو ہلاتا تواس طرح آگ بھی گھومتی اوراس سبب سے کہ میں نے کسی شیخ کی صحبت نہیں اٹھائی تھی اور نہ مشائخ کا حال دیکھا سنا تھا،حیرانی پیش آتی تھی کہ آیا کسی شیخ کے پاس جا کر تعلیم حاصل کروں۔ چنانچہ اسی نواح میں ایک شیخ صاحب شاہ صاحب غلام علی دہلویؒ مجددی کےمریدوں میں سے ریاضت شاقہ اور چلوں کے ساتھ مشہور تھا۔ان کو دیکھنے کا دل میں پختہ ارادہ ہوا، چونکہ میں اکیلا راہ کا واقف نہ تھااورکسی کی ہمراہی بھی ناممکن تھی۔ ایک شخص کوراہ بتلانے کے لئے میرے ساتھ کیا،اس طرح کہ وہ دور سے راہ دکھلائے۔ جب شیخ سے ملاقات ہوئی تواس پرحالت آگئی۔جوخودبخود اپنے سرکو ہلاتا تھااوراس نے اپنے سارے لطیفے اس جوش میں ظاہر کئے،جو کچھ میں نے دیکھا کسی زمانہ میں نہیں دیکھا،پس ناامید ہوکر واپس آیا۔(6)

اشغال واذکار مولانا غلام رسول قلعویؒ:

مولانا غلام رسول قلعویؒ نے ابتدائی تعلیم وتربیت سلوک اپنے داداجان حافظ نظام الدین کے دوست حضرت کاکا شاہ صاحبؒ سے حاصل کی تھی۔سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعویؒ میں آپ کےفرزند مولانا عبدالقادرؒ آپ کےابتدائے سلوک کےمتعلق لکھتے ہیں:

" کا کا شاہ صاحبؒ نے آپ کو فرمایا چھتیس بار سورہ یٰسین تہجد میں پڑھا کرو اور ساتھ ہی درود کبریت احمر کی اجازت دی اور زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرمایا اور فرمایا اجرائے لطائف یاد کرلو جود یا ہے سلطان الاذکار کا یا حضور مطلق یا حضور دائمی مراقبات۔ان سے صوفیاء کرام ومتبعان سید الانام نے یہ عرض معہود فی الذہن رکھی ہے، کہ انسان کا تزکیہ نفس ہو کر افعال واعمال واقوال محمدی ﷺ قبول کرنے کے قابل ہو جائے یہ سب وسائل اتباع ہیں۔"(7)

کا کا شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد حصول تصوف وسلوک کے لئے مولانا غلام رسولؒ نے مختلف سفر کئے ،جن کا تفصیلی ذکر آپؒ کی سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعویؒ میں موجود ہے ، آپؒ کی بیعت و ارادت حضرت میر صاحبؒ (کوٹھہ شریف صوابی) سے تھی ،مولانا غلام رسول قلعویؒ اپنے شیخ کے حوال میں فرماتے ہیں:

" حضرتؒ کا فیض مثل موج دریا تھا۔کوئی بھی خالی نہیں جاتا تھا، جو حلقہ میں بیٹھ جاتا۔ یکبارگی اس کے تمام لطائف جاری ہو جاتے ،متبع سید الانام ﷺ بن جاتا۔ان کے کشف وکرامت حساب سے باہر تھے۔جو شخص بیعت کے لئے جاتا ،اول اس کے عیوب سے اس کو مطلع کرتے۔آپ کے وظائف مطابق سنت تھے،اکثر معتقدین کو وہی فرماتے جو حدیث میں آئے ہیں۔"(8)

ذکر پاس انفاس کے متعلق اپنے ایک مکتوب مریدین کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" عزیز اوقات عزیز خود درا بر باد نہ ہند و پاس انفاس نفیسہ بخوبی کنند۔"(9)

اشغال واذکار مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹیؒ:

حضرت مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹیؒ مسلک اہلحدیث کے جید عالم ،عارف باللہ اور وسیع المطالعہ شخصیت کے مالک تھے،تصوف کے ساتھ لگاؤ کی وجہ سے اللہ نے آپ کو

فہم قران سے خصوصی طور پر نوازا تھا، آپ تصوف وطریقت سے قلبی لگاؤ کی وجہ سے اور اپنے شیخ سے محبت کی بناء پر اپنی مایہ ناز تفسیر "واضح البیان فی ام القرآن" فرماتے ہیں:

"اسی طرح حضرت الاستاذ حامل لواالسنن مولانا عبید اللہ غلام حسن سیالکوٹیؒ جن کی فیض صحبت سے اس گنہگار کے ظاہر و باطن پر تو ڈالا اور شریعت حقیقت کے حقائق و معارف کا دروازہ کھولا اور ان کی وفات کے بعض وہ لطف کہیں نہیں پایا۔"(10)

پھر آگے چل کر حجۃ البالغہ سے علم اسرار دین پر شاہ ولی اللہؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس کے بعد اپنا ایک مراقبہ کا ذکر کرتے ہیں جس میں ان روح القدس آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا اور آپ کو اس علم (اسرارِ دین) کے بیان کا القاء ہوا۔"(11)

پھر مزید صفحہ ۱۴ پر اپنے متعلق فرماتے ہیں:

خاکسار گناہ گار بھی محض تحدیثاً بنعمۃ االلہ (نہ فخراً) کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو بھی اس فن (اسرار دین ولطائف قران مجید) سے کچھ حصہ عطا کیا ہے۔

پھر اسی صفحہ پر حسرت سے فرماتے ہیں:

"مراقبہ کی حالت میں فیضان الٰہی کا نازل ہونا تو بہت اونچا مقام ہے اور میں کہہ چکا ہوں کہ واقعی گنہگار ہوں اس لیے وہ مقام مجھے کہاں حاصل ہوسکتا ہے ہاں فیضان الٰہی کی دیگر صورتیں بھی ہیں، ان میں ایک سچا خواب ہے"۔

یاد رکھیں! کثرت ذکر کی مشق کرنے سے دائمی توجہ الی اللہ نصیب ہوتی ہے۔

صفحہ ۳۷۲ پر فرماتے ہیں:

جسے پیغمبر برحق سے والہانہ عقیدت اور بے چوں وچرا اطاعت کا تعلق ہوجاتا ہے۔ اس کے ایمان کی پر فرشتے بھی رشک کھاتے ہیں۔ اسے نبی کریم ﷺ سے ایسی قلبی

اور معنوی نسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کا دل انوار الہیہ کے اترنے کا محل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شاہ غلام صاحبؒ، حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کی زبانی ان کے شیخ حدیث حضرت حاجی محمد افضل صاحب سیالکوٹی کے درس کی نسبت فرماتے ہیں:

حضرت ایشاں (مرزا مظہر صاحبؒ) می فرمودند۔ اگرچہ از آنحضرت (حاجی صاحب ممدوح) اورا ظاہرا استفادہ کردہ ضمن سبق حدیث فیوض از باطن شریف ایشاں فائض میی شد، ودرعرض نسبت قوت بہم می رسید، ایشاں رادر ذکر حدیث درنسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغراقے دست مے دادوانوار وبرکات بسیار ظاہری شد، گویا درمعنی صحبت پیغمبر خدا، حاصل می شد ودریں اثناء توجہ والتفات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشہود می گشت ونسبت کمالات نبوت درغایت وسعت وکثرت انوار جلوہ گرمی شد معنی حدیث العلماء ورث الانبیاء واضح می شد؛ ایشاں (حضرت حاجی صاحب موصوفؒ) شیخ الحدیث واز روئے صحبت پیر فقیر اند، فوائد بسیار درظاہر وباطن تا بست سال از خدمت ایشاں حاصل نمودہ ایم۔ (مقامات مظہریہ، ص ۲۲، ۲۳)

پھر خود ہی فرماتے ہیں:

یہ مقام بہت بلند ہے اور ہم جن لوگوں کی تفہیم کے درپے ہیں ان کی سمجھ سے بہت بالا ہے کچھ عجب نہیں کہ وہ اپنی بدذوقی کی وجہ سے اس کا انکار کر دیں کیوں کہ جب تک سطح کو مصفا و مجلّیٰ نہ کیا جاے۔ نقش ونگار کی زینت کاری صورت نہیں پڑ سکتی۔ اسی طرح جب تک ایمان میں وہ کیفیت نہ ہو جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ دل اس حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ ذائقہ کی لذت سے متمتع ہونے کے لیے قوت ذائقہ کی سلامتی شرط ہے۔ رنگ کی دلفریبی سے مسرت حاصل کرنے کے لیے نور بصارت ضرورت ہے"۔

سراجاً منیرا میں حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ فرماتے ہیں:

"روحانی ترقی کی صورت یہ ہے کہ روح میں جذب الی اللہ کی صفت حاصل ہو جائے اور یہ بات دائمی توجہ الی اللہ اور کثرت ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔"(12)

ذکر لا الہ الا اللہ کی فضیلت میں فرماتے ہیں:

"یہی شرک سوز کلمہ توحید ہے اور اس کے صحیح رکھے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ صوفیائے کرامؒ نے ذکر الٰہی کی مشق کے لئے اسی کو منتخب کیا ہے اور ان کے نزدیک اس کا نام نفی اثبات کا ذکر ہے۔ یعنی لا الہ میں غیر اللہ کی الوہیت کی نفی ہے اور الا اللہ میں خاص اللہ کے لئے اس کا اثبات ہے اور حدیث شریف میں افضل الذکر اسی کو قرار دیا ہے۔"(13)

"میں عاجز محمد ابراہیم میر بوجہ کثرت اشغال کے ذکر کے وقت پوری توجہ سے دل نہیں باندھ سکتا۔ جب کبھی اپنے دل کو بے لذت پاتا ہوں، تو اسی کلمہ توحید کا ذکر کرتا ہوں، پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے دل سنبھل جاتا ہے۔ اس اثر کی وجہ سے عاجز نے اپنے نزدیک اس کا نام محی القلب رکھا ہوا ہے۔ اللھم انی اسئلك حلاوۃ ذکرك۔"(14)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "قول جمیل" میں "لطائف" وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے، اس کے علاوہ اس موضوع پر آپ کی ایک کتاب "الطاف القدس" بھی ہے۔

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹیؒ نے اپنی کتاب "سراجاً منیرا" میں "قول جمیل" کو بابرکت "قول جمیل" لکھا ہے۔ اور حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"اس عاجز نے اس کتاب کو بابرکت اسلئے کہا ہے، کہ مجھ گنہگار کو اس کتاب نے رنگ دیا ہے۔ ورنہ میں گنہگار کہاں اور یہ فیض برکات کہاں۔"(15)

مولانا میرؒ کے ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا طریق السلوک بھی نقشبندیہ تھا(61)۔

اشغال صوفیا کی شرعی حیثیت:

یہاں یہ امر ضروری ہے کہ اس بات کی بھی وضاحت کی جائے کہ اکابرین اہلحدیث

کے نزدیک صوفیاء کرام کے اشغال و اذکار کیا حیثیت رکھتے تھے۔حضرت مولانا سید عبداللہ غزنویؒ فرماتے ہیں:

سید عبداللہ غزنویؒ کی رائے:

کچھ مبادی ہیں اور کچھ مقاصد ہیں،مبادی سے مراد مقاصد تک پہنچنے کے وسیلے اور واسطے ہیں،لوگ وسیلوں اور واسطوں کے ذریعے مقصد کو حاصل کرتے ہیں،مثلاً صوفیاء کے اشغال،جو ان کے مقرر کردہ لطائف کے متعلق ہیں،اخلاق حمیدہ یعنی تواضع،توکل، دنیوی خواہشات میں اختصار،قناعت،صبر ورضا،زہد وتقویٰ،رتبہ یادداشت اور حضور دائمی کے حصول کے لئے وسائل ہیں۔(17)

سید عبدالجبار غزنویؒ کی رائے:

اس اعتراض کے جواب میں کہ یہ اشغال پیری مریدی کے شرع میں اصل کچھ نہیں رکھتے؟ آپؒ فرماتے ہیں:

"ایسا کہنا محض غلط ہے،بڑی زیادتی کی بات ہے۔صوفیاء کرام کے اکثر اشغال اذکار قرآنیہ اور ادعیہ نبویہ ہیں اور مراقبات بحکم نصوص ثابت ہیں۔جن سے دل کو حیات اور نور حاصل ہوتا ہے اور رجوع الی اللہ اور انابت اور انقطاع اور خشیت اور تذلل پیدا ہوتا ہے۔مراقبہ معیت اور قرب وصمدیت بہت آیات قرآنی سے ثابت ہے،جیسے **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ** (سورۃ حدید۔4) وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔اور آیہ **وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ** (سورۃ ق۔16) ہم انسان کی طرف اس کی رگ وجان سے زیادہ قریب ہیں،اور یہ آیہ **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ① اَللّٰهُ الصَّمَدُ ②** پس مصنف کا اشغال واذکار کا بے اصل کہنا بے علمی کا سبب ہے۔بے شک امر محدث اور بدعی خواہ کسی قوم میں مروج ہو،شرعاً کچھ قدر نہیں رکھتا اور عنداللہ ایک جو برابر نہیں ہے۔صوفیہ کا ایجاد ہو یا کسی اور کا احداث اس طایفہ کی نسبت بڑی غنیمت ہے۔مقام انقطاع و تبتل و

خشیت وتذلل وقناعت توکل وانابت کا حاصل ہونا سوائے التزام اشغال واذکار مروجہ طایفہ صوفیہ ثابتہ من سنت نبویہ کے بہت مشکل ہے، اوران کی برکت سے ان صفات محمودہ کا حاصل ہونا بہ تجربہ ثابت ہے، اورامر بدیہی الثبوت کا انکار خرط القتاد ہے"۔(18)

ذکراسم ذات کے دلائل:

مولوی غلام علی قصوری کے حوالہ" رسالہ تطہیر الاعتقاد" کے جواب میں سید عبدالجبار غزنویؒ لکھتے ہیں:

"مصنف رسالہ "تطہیر الاعتقاد" نے اس مقام میں ایک بڑی بھاری غلطی کھائی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ بغیر طلب اور دعا کے صرف اللہ اللہ کرنا داخل ذکر نہیں۔ہم کہتے ہیں یہ محض غلط ہے قرآن اور حدیث سے اس کا خلاف ثابت ہے۔اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ (سورۃ الاسرا،110) پکاروتم اللہ کوتم رحمٰن کو،جس کوتم پکارو(سو بہتر ہے) پس اسی کے واسطے ہیں اچھے نام اور فرمایافَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (سورۃ البقرہ،152) پس تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ خدا کو یاد کرو یا اللہ، یارحمٰن اور اللہ اللہ، رحمٰن رحمٰن کہو،غرض اسماء حسنی سے یاد کرو اور پکارو۔ یادِالٰہی کے سبب رحمت نازل ہوتی ہے اور یہ مستقل عبادت ہے۔درود و دعا و استغفار علیٰحدہ چیز ہے،حدیث شریف میں ہے کہ خدا کے ایک سو نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرلے گا داخل ہوگا جنت میں۔اور صحیح مسلم میں ہے لا تقوم الساعة علی احد یقول الله الله۔ان لوگوں پر قیامت نہ آئے گی جو اللہ اللہ کہتے ہیں۔اگر محض خدا کا نام لینا اور اس کو یاد کرنا ذکر نہ ہوتا تو اس پر جنت کا وعدہ کیوں ملتا۔اور قیامت جو عذاب الٰہی ہے اور ان پر کیوں ٹلائی جاتی۔ و صاحب الیطھیر محبوب و الحق احب الینا منه"۔

مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹیؒ ضمیمہ ریاض الحسنات موسوم بہ نصاب السالکین ص 59

پر فرماتے ہیں:

قرآن مجید میں بعض جگہ تو فرمایا: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ (اعراف، پ 9، آل عمران پ 3) اور بعض جگہ تو اپنے نام کو یاد کرنے کا حکم کیا چنانچہ فرمایا: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (سورۃ المزمل۔ 8) اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا اسم بھی برکت والا ہے۔ چنانچہ فرمایا: تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (سورۃ الرحمٰن۔ 78) یعنی بہت برکت والا ہے نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کا جو صاحب جلال اور بزرگی کا ہے۔

غیر ماثورہ وظائف واوراد کی شرعی حیثیت:

جب منکر تصوف ملا قصوری نے یہ اعتراض کیا کہ "کچھ شک نہیں کہ جو اوراد متصوفہ میں مروج ہیں، بعض شرعی، بعض اختراعی ہیں۔ جو اختراعی ہیں ان کی حرمت میں کسی کو شک" نہیں۔ جواباً امام عبدالجبار غزنویؒ فرماتے ہیں:

" ورود وظیفہ اور دعائیں جن میں کلمات شرک ہوں یا مہمل الفاظ جن کے معانی معلوم نہ ہوں یا اپنی شان اور مرتبہ سے بڑھ کر درخواست کرے، اس قسم کے اذکار اور دعائیں سب ناجائز ہیں اور اگر اس قسم کی کوئی قباحت نہ پائی جاوے، تو اورادِ غیر ماثورہ بے شبہ جائز ہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ (سورۃ الاحزاب) اے ایمان والو یاد کرو اللہ کو بہت سی یادگاری سے۔ اور فرمایا ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورۃ المومن۔ 60) مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا اور فرمایا فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (سورۃ البقرہ، 152) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

یہ حکم عام ہے کوئی جس طرح کی چاہے دعا کرے، کیفیت خاص نہیں فرمائی بلکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، کہ دعا کرنے والے کو اختیار ہے، جونسی دعا اس کو خوش آوے اور جو دعا چاہے مانگے۔ صحیحین میں ہے، ثم لیتخیر من الدعاء اعجبه الیه ،

نمازی سلام پھیرنے سے پہلے وہ دعا پڑھے، جواس کوزیادہ پسند ہو،اورنسائی میں ہے **لیختر من الکلام ماشاء** قبل از اسلام پسند کرے جو بات کہ چاہے حسب حاجت اور موافق اوقات کے، آدمی دعا کرنی چاہتا ہے۔اگر بقول ملّا صاحب دعائیں توقیفی ہوں (یعنی بجز ان الفاظ کے جو حدیث میں آ چکے ہیں اور الفاظ سے دعا جائز نہ ہو) تو سوائے خاص حاجتوں اور خاص خاص وقتوں سے مانگنا حرام ہوگا۔جائل تو کیا بڑے بڑے عالم بھی اگر ہر ہر حاجت کے لئے دعا ماثورہ تلاش کریں تو ملنا ممکن نہیں۔ملّا صاحب کا یہ قاعدہ بالکل غلط اور خلاف کتاب اور سنت کے ہے۔حضرت رسالت مآب ﷺ تو نماز میں اجازت دیتے ہیں، کہ جو چاہو مانگو، یہ شخص (امت مرحومہ پر تنگی کرنے والا اور مشقت ڈالنے والا) منع کرتا ہے،اور یہ طرفہ بات ہے کہ آپ خطبات عید و جمعہ اور ابتداء رسائل میں الفاظ غیر ماثورہ سے دعا اور حمد اور ثناء کرتے ہیں اور اس وعید کا مصادق بنتے ہیں۔**لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَاتَفْعَلُوْنَ** (سورة الصّف: 2) اور **يقولون مالايفعلون ويفعلون ما لا يومرون** (صحیح مسلم، جز 1 صفحہ 69)، سلف صالحین کی تصنیفات کو ملاحظہ کرو، دیباچہ کتاب میں حمد اور ثناء اور عا نئے نئے ڈھنگ سے لکھتے ہیں۔دعا اور ثناء سے مقصود صرف اپنی حاجت مندی اور عاجزی اور اس کی بزرگی اور نعمت کا اظہار ہے، وقت اور زبان کی خصوصیت نہیں، صحابہ کبار بحالت نماز و دیگر اوقات نئی نئی طرز کی دعائیں پڑھتے۔ آنحضرت ﷺ سن کر اعتراض نہ کرتے، بلکہ بعض اوقات پسند فرماتے۔

سنن ابوداؤد میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان رجلا جاء فدخل الصنف وقد...... و نهاا الهيم يرفعها ایک شخص آیا،اور صف میں شامل ہوا،اور اس وقت اسکا دم ٹھکانے نہ تھا۔پس اس نے کہا الحمد لله حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه۔ جب آنحضرت ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کس نے یہ کلمات کہے تھے۔پس سب لوگ خاموش رہے۔پھر فرمایا کون تھا کہنے والا۔اس نے کچھ بے جا نہیں

کہا۔ پس ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ میں آیا اور میرا دم ٹھکانے نہ تھا۔ اس وقت میں نے یہ کلمات کہے تھے۔ پس فرمایا ہم نے دیکھے بارہ فرشتے جھپٹے تھے جو ان کو پہلے کون اٹھاتا ہے۔

اور ابوداؤد میں عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال عطس شاب من الانصار خلف رسول اللہ۔۔قال ما تناھت دون عرش الرحمٰن ،کہا ابوعامر نے ایک جوان انصاری نے چھینک لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے، پس کہا اس انصاری نے الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ آخر تک۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کس نے کہی تھی یہ بات، ابوعامر کہتے ہیں پس چپکا ہو رہا وہ جوان۔ پھر فرمایا کون تھا، کہنے والا اس اس بات کا، اس نے کچھ بری بات نہیں کہی تھی۔ پس اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے کہا تھا وہ کلمہ اور سوائے خیر کے میرا کچھ مقصود نہ تھا۔ فرمایا اس کلمہ نے عرش پر پہنچ کر دم لیا ہے۔

بخاری وغیرہ میں ہے عن رفاعۃ قال کنا یوما وراء۔۔۔۔ ملکا بیتا رونھا الیھم یکتبھا اول ۔روایت ہے رفاعہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقتدی تھے، پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھایا، سمع اللہ لمن حمدہ کہا ،ایک شخص نے پیچھے کھڑے کہہ دیا ربنا ء لك الحمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا فرمایا کون تھا کہنے والا۔ اس شخص نے عرض کیا، میں ہوں یارسول اللہ۔ فرمایا ہم نے دیکھا اوپر تیس فرشتہ جھپٹتے تھے کہ کون ان کو پہلے لکھتا ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص اپنی دعا میں کہتا ہے الھم انی اسالك با انك انت اللہ لا الہ الا انت۔۔۔۔۔۔۔۔ اعطی واذا ادعی بہ اجاب۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بہ سبب اس کے جو تو ہی معبود برحق ،نہیں ہے کوئی معبود مگر تو اکیلا اور پاک ہے۔ وہ ذات

ہے تیری جس نہ جنا، نہ خود جنا گیا اور جس کے برابر کوئی نہیں۔ پس فرمایا اس نے پکارا ہے اللہ کو ساتھ ایسے عظمت والے کے جس وقت سوال کیا جاتا ہے۔ اس کے واسطہ عطا کرتا ہے اور جس وقت پکارا جاتا ہے ساتھ اس کے اجابت کرتا ہے۔ اور رزین کی روایت میں ہے عن بریدہ قال دخلت المسجد عشاء۔۔۔۔ لی اخ صدیق حدثتنی بحدیث رسول اللہ ﷺ کہا بریدہ رضی اللہ عنہ نے میں عشاء کے وقت مسجد میں داخل ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دعا مانگ رہے ہیں، پس کہا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اللھم انی اشھد کفوا احد تک پس آنحضرت ﷺ نے سن کر فرمایا بے شک اس نے پروردگار کو اس کے ایسے اسم اعظم کے ساتھ پکارا ہے۔ جس وقت سوال کیا جاتا ہے، اس اسم کے ساتھ عطا کرتا ہے اور جس وقت پکارا جاتا ہے، ساتھ اس کے قبول فرماتا ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابوموسیٰ کو بتلا دوں جو آپ سے سنا ہے، فرمایا ہاں۔ پس میں نے ابوموسیٰ کو خبر دی، آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے۔ پس انہوں نے مجھ سے کہا تو آج سے میرا مہربان بھائی ہے، تو نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی۔ اور موطا مالک میں ہے کہ جب ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تہجد کے لئے اٹھتے تو کہتے نامت العیون و ھدات اجفون ولم یبق الا ابتیاحی یا قیوم۔ آنکھیں سوگئیں اور پلکوں نے آرام کیا اور کوئی باقی نہیں مگر تو اے زندہ رہنے والے، قائم رہنے والے۔

ناظرین ان روائتوں کو مشتی نمونہ از خروارے سمجھیں ورنہ اس قسم کی صدہا روائتیں ہیں۔ اور واضح ہو کہ یہ دعائیں اور اذکار جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، صحابہ کرام اپنے دل سے بنا کر پڑھا کرتے تھے اور یہ احتمال ہرگز نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت ﷺ سے سن کر اور سیکھ کر پڑھتے ہوں گے۔ کیونکہ ان روایتوں میں تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کہنے والوں کا نام دریافت فرمایا ہے اور کہنے والا مارے خوف کے دب کر چپ ہو رہا۔ جب آپ ﷺ نے تسلی فرمائی تب اقرار کیا اور بریدہ رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو مژدہ سنانے کے لئے

دوڑے۔ ان چار قرائن سے صاف ثابت ہے کہ صحابہ نے وقت اور حاجت کے موافق جن الفاظ سے چاہا اپنے رب کو پکارا اور یہ کہیں کہ تمام اقوال و افعال جو صحابہ سے وقوع میں آئے ،سب آنحضرت ﷺ سے دیکھ کر اور سن کر انہوں نے کئے ہیں ،تو حدیث موقوف کی نفی لازمی آئے گی۔ حالانکہ جملہ محدثین حدیث کے دو قسم لکھتے ہیں۔ ایک مرفوع (جس کا ثبوت صراحۃً یا حکماً آنحضرت سے ہو) دوئم موقوف (جس کا ثبوت صحابی سے ہو) غرض تعلیم نبوی ﷺ کے سوا صحابہ کرام سے ادعیہ اور اذکار ثابت ہیں۔ البتہ اس بات میں شک نہیں کہ دعائے غیر ماثورہ دعائے ماثورہ کو نہیں پہنچ سکتی۔(20)

اورادِ ماثورہ کے الفاظ کو بدلنا منع ہے:

مزید فرماتے ہیں:

"بے شک دعائے ماثورہ کے لفظوں کو بدلنا منع ہے کہ ایک شخص دعا میں بجائے لفظ نبی کے رسول پڑھتا ہے، آپ نے اس کو منع فرمایا، اور اگر ایک امر آنحضرت ﷺ سے ثابت ہو جائے ،مگر اس کی مداومت اور اس کا شمار اور اس کے وقتوں کی خصوصیات ہمیں ثابت نہ ہو، تو اس کو خاص اوقات میں معین عدد کے موفق ہمیشہ عمل میں لانا بدعت نہ ہوگا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں حب الاعمال الی الله ادومها پروردگار کے نزدیک زیادہ پسندیدہ وہ کام ہے، جس پر ہمیشگی کی جاوے، بموجب اس حدیث کے یہ سب التزام جائز ہیں۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک صحابی (جو اپنی قوم میں امام تھا) اوقات پنجگانہ میں ہر رکعت کے اندر (جب سورۃ فاتحہ سے سورت ضم کرتا) تو پہلے قل ھواللہ پڑھتا پھر اور سورت ملاتا۔ مقتدیوں نے کہا آپ ہمیشہ قل ھو اللہ احد کیوں پڑھتے ہیں، اس کی کیا ضرورت ہے۔ امام نے کہا، اگر تم میری امامت پر راضی ہو تو میں قل ھواللہ ضرور پڑھوں گا، ورنہ تمہارا اختیار ہے، کسی دوسرے شخص کو امام مقرر کرو۔ مقتدیوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں اس بات کی شکایت کی۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے شخص بتلا کیا باعث ہے جو تو اس سورہ کو ہمیشہ پڑھتا ہے اور اس کے ترک سے تجھے کون مانع ہے۔اس نے عرض کیا، مجھے اس سورت سے محبت ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی اور صحیحین میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ ہر ایک وضو کے بعد دوگانہ پڑھتے۔جب آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی، تو آپ ﷺ نے کچھ اعتراض اور انکار نہ کیا اور ابوداؤد میں ہے، کہ اذان فجر سے پہلے ہمیشہ بلال رضی اللہ عنہ یہ دعا پڑھتے۔ اللھم انی احمدك و استعینك علی قریش ان یقیمو ادینك۔ اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں، قریش پر اس بات کی جو وہ قائم کریں۔

دین تیرا امور ثلاثہ کی مداومت تو کیا، ان کا ایک دفعہ کا وقوع بھی آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا چاشت کی نماز ہمیشہ پڑھتیں اور فرماتیں اگر میرے ماں اور باپ دونوں زندہ ہو جائیں، تو اس نماز کو نہ چھوڑوں (یعنی نماز چھوڑ کر ان کی زیارت کو نہ جاؤں) چاشت کی نماز باتفاق علماء آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہوتی مختلف فیہ ہے، مداومت کا ذکر کیا ہے اور بعض اوقات کی فضیلت شارع سے ثابت ہے۔ اگر کوئی شخص واسطے ذکر اور حمد اور تسبیح کے ان وقتوں کو مقرر کرے تو بے شک افضل ہوگا۔

اللہ جل شانہ فرماتا ہے، وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۝۳۹ (سورۃ ق) پس پاکی بیان کر ساتھ حمد رب اپنے کے پہلے سورج کے نکلنے سے اور پہلے چھپنے کے۔ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود اور رات کی تسبیح کر اس کی اور بعد نمازوں کے۔

اس قسم کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں، اگر کوئی شخص ان وقتوں کو افضل اوقات سمجھ کر کوئی ورد یا ذکر پڑھے گا تو کہو اس نے کون سی برائی کی۔شارع کی طرف سے مطلق ذکر الٰہی کی ہدایت ہے، اور یہ شخص بھی ذکر کرتا ہے"۔(21)

صحابہ کرام دعائے ماثورہ میں الفاظ بڑھاتے تھے:

ایک اور مقام پر اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام دعائے ماثورہ میں الفاظ بڑھا کر پڑھا کرتے اور حضرت کچھ انکار نہ فرماتے تھے۔ صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح لبیک پکارتے تھے، لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ" اور خود جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ مسنون تلبیہ پر یہ الفاظ زیادہ کرتے لبيك لبيك وسعديك والخير بيديك والرغباء اليك اور ابوداؤد میں ہے کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلبیہ پر لفظ ذالمعارج و امثال ذلك زیادہ کرتے اور آپ سنتے اور کچھ نہ فرماتے"۔(22)

نواب صدیق حسن خانؒ کی تحقیق:

سید نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں:

میں سلوک سبیل علم میں اپنے باپ، ان کے مشائخ اور اپنے شیوخ علم کے طریقہ پر چل رہا ہوں۔ "قول جمیل" میں عالم ربانی کے منجملہ آداب وعلامات میں سے یہ بھی لکھا ہے کہ علم تفسیر، حدیث، فقہ سنت وسلوک یعنی تصوف سنی، عقائد اور صرف ونحو کا درس دے اور کلام واصول اور منطق وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔(23)

پھر مزید فرماتے ہیں:

"دوسری علامت یہ ہے کہ تلقین اشغال کرے، ایک وقت بیٹھ کر لوگوں پر توجہ دے، القاء سکینہ کرے، کیونکہ تمام حجت الٰہی استطاعت ممکنہ ومیسرہ کے بغیر نہیں ہوسکتا، میسرہ میں صحبت رکھنا اور اشغال پر قولاً وفعلاً بالقلب ابھارنا داخل ہے۔"(24)

نسبت کی حقیقت:

صوفیاء عظام کے نزدیک نسبت بڑی اہم معنی رکھتی ہے نواب صاحبؒ نسبت کے

متعلق فرماتے ہیں:

" تمام طرقِ مشائخ کا مرجع تحصیل نسبت کی طرف ہے، اور یہ نسبت نام ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور سکینت ونور کے ساتھ ایک طرح کے انتساب وارتباط کا۔نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک کیفیت ہے جو نفس ناطقہ کے اندر حلول کر جاتی ہے اور نفس ملائکہ کے مشابہ ہو جاتا ہے، اور جبروت کی طرف متطلع رہتا ہے۔نفس کو یہ کیفیت اس طرح ہاتھ آتی ہے کہ وہ طاعات وطہارات اوراذکار میں مداومت کرے یہاں تک کہ یہ امور جبروت کی طرف توجہ کے لئے ملکہ راسخہ بن جائیں، پھر اس کی انوع واقسام بھی بہت ہیں، مثلاً نسبت محبت ،نسبت شوق نسبت کسر نفس ،حظوظ نفس سے مبرا ہونے کی نسبت کا نام نسبت اہل بیعت ونسبت مشاہدہ ہے۔

اس سے توجہ ای المجرد البسیط کا ایک ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے۔لیکن یہ بات غلط ہے کہ ان اشغال مشائخ کے بغیر یہ نسبت حاصل نہیں ہوتی ،نسبت ان میں منحصر نہیں بلکہ یہ اشغال تو اس کے حاصل کرنے کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقہ ہیں ،ورنہ اکثر اکابر علماء اس نسبت سے محروم ٹھہریں گے ،حالانکہ فضائل علم ،فضیلت عبادت سے فائق تر ہیں۔اور اگر علمائے آخرت اللہ کے اولیاء اور صاحب نسبت نہیں تو پھر کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں ،صحابہ رضوان اللہ وتابعینؒ کا سکینہ حاصل کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ خشوع اور حضور دل کے ساتھ خلوت میں صلوات وتسبیحات اور طہارت میں بھی مواظبت رکھا کرتے تھے، اور موت ،اطاعت شعاروں کے ثواب اور نافرمانوں کے عقاب یاد رکھ کر لذت حسیہ سے الگ رہتے تھے، قرآن مجید ہمیشہ تدبر سے پڑھتے ،ناصح و وعظ کے کلام کو سنتے اور احادیث رقاق پر عمل کرتے تھے، ان امور پر ایک مدت تک عمل پر رہنے کے باعث انہیں ملکہ راسخہ حاصل ہو جاتا تھا، پھر باقی عمر اس کی حفاظت فرماتے تھے۔"(25)

مزید فرماتے ہیں:

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قول جمیل میں سب طرائق کے اشغال واذ کار لکھے ہیں اور وہ سب نہایت مختصر، مرغوب، محبوب اور مطلوب ہیں (26)

مولانا غلام رسول قلعویؒ کی نظر میں:

مولانا غلام رسول قلعویؒ فرماتے ہیں:۔

" توجہ دینا یا ذکر سکھانا بادی الرئ لوگوں میں بدعت ہے اور اس کو بھی وہ ان کے اختراعات سے جانتے ہیں۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے، اور قرآن وحدیث میں نہ تدبیر کرنے کے نتائج ہیں، ورنہ ان کا اثر اگر نظر عمیق اور قلب سلیم سے قرآن و حدیث دیکھا جائے، پایا جاتا ہے۔ افسوس اور سدا افسوس ایسے لوگوں پر، جو ایسے لوگوں کو اہل بدعت کہیں اور ان پر طعن وتشیع کریں۔ یہ لوگ محافظ حامی دین ہوئے ہیں۔ اور ان کے یہ طریق دین کی خاطر تھے، اوّل روح کو ذکر وافکار سے صاف سے صاف کر لیتے، پھر استقامت علی الدین کے لئے تلقین فرماتے۔ اس کی طرف آیہ کریمہ میں ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ (سورۃ الاحقاف آیت 13) ان کے اوصاف حمیدہ اور عمال مخلصانہ مطابق رسول اللہ ﷺ کے تھے، گویا وہ مجسم دین تھے، ان کے افعال خبر دے رہے ہیں کہ اسلام اسکا نام ہے۔ (27)

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کا قول:

فتویٰ ثنائیہ میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے کی بحث میں مناظر اسلام، شیر پنجاب مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

" غالباً اسی لئے صوفیاء کے نزدیک بھی ذکر عبادت میں صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی ہے اور اس کے پڑھنے کے خاص طریقے مقرر ہیں، لہٰذا اہل حدیث باتفاق صوفیاء کرام یہ کہتے ہیں کہ ذکر وعبادت کے موقع پر صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی ہے۔ جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اور اسی پر صوفیاء کا عمل ہے۔ ہاں اقرار وشہادت کے وقت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کہنا ضروری ہے۔"(28)

مکالمہ مابین سید ابوبکر غزنویؒ و سید داوٗد غزنویؒ:

حضرت مولانا سید ابوبکر غزنویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا:

کیا تصوف کی مروجہ اصطلاحات کا استعمال آپ کے نزدیک درست ہے؟

توحضرت (سید داوٗ غزنویؒ) نے فرمایا:

"جیسے محدثین کی اصطلاحات ہیں، فقہا کی اصطلاحات ہیں، صرفیوں اور نحویوں کی اصطلاحات ہیں، اسی طرح تزکیہ نفس کا علم جب باضابطہ طور پر مرتب و مدون ہوا تو اصطلاحات ناگزیر تھیں۔"

پروفیسر سید ابوبکر غزنویؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے ان (یعنی اپنے والد محترم حضرت سید داوٗد غزنویؒ) کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ جو صوفیاء کے لطائف کی مشق ہے، نفی اثبات کا مخصوص طریقہ ہے، یا حبس دم کا شغل ہے، کیا یہ بدعات ہیں، تو حضرت نے فرمایا، "یہ بزرگان کرام کا اجتہاد ہے۔"

میں نے عرض کیا: اس اجتہاد کی علت کیا ہے؟

فرمانے لگے:

نزولِ انوار دفع وسواس ہوتا ہے، پھر انوارِ رسالت بالخصوص انوار رسالت محمدّ یہ بدرجہ اتّم دافع وسواس تھے۔ جب انوار رسالت منقطع ہو گئے، تو وسواس ابھرنے لگے اور عبادت میں جمعیت خاطر اور یکسوئی باقی نہ رہی۔ قران کے اس حکم پر عمل مشکل ہوا کہ اٹھتے بیٹھتے پہلو بدلتے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و اسلام ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے، انواراتِ رسالت کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے دوام ذکر ممکن العمل نہ رہا۔ پس دوامِ ذکر حاصل کرنے کے لئے اور عبادت میں جمعیت خاطر اور یکسوئی پیدا کرنے کے لئے بزرگانِ کرام نے اجتہاد کیا۔

فرمایا: "اگر معاملات میں اجتہاد ہوسکتا ہے، تو عبادت میں میں جمعیت خاطر پیدا کرنے کے لئے اجتہاد کیوں نہیں ہوسکتا۔"

پھر ایک اور شام بندہ عاجز ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں بتایا کہ بعض علماء سے اشغال صوفیہ پر مجھے گفتگو کا اتفاق ہوا ہے اور وہ انہیں بدعات اور محدثات قرار دیتے ہیں۔ حضرت والد علیہ الرحمہ کی پیشانی پر شکن پڑ گئی اور فرمانے لگے:

"ان علماء کا ذہن صاف ہونا چاہئے۔ جب وہ ان اشغال کو بدعات قرار دیتے ہیں، تو دوسرے لفظوں میں وہ معاذ اللہ۔۔۔۔۔۔ خاکم بدہن یہ کہتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ بدعتی تھے، حضرت مجدّد الف ثانیؒ بدعتی تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ بدعتی تھے، حضرت مرزا جان جاناںؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ سب بدعتی تھے۔ ایک طرف تو یہی علماء ہندوستان میں اپنی تاریخ کا آغاز ان ہی بزرگوں سے کرتے ہیں اور ان کے ساتھ نسبت ملاتے ہیں۔ دوسری طرف ان بزرگوں کے اجتہادات کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ اس منطقی تضاد سے انہیں نجات پانی چاہئے۔"

معارف اللّطائف میں یوں رقم طراز ہیں:

"صوفیائے کرام کے اشغال کو بعض حضرات اسلئے پسند نہیں کرتے کہ یہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول نہیں، لیکن اگر ذرا دقّت نظر سے یہ حضرات دیکھتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اشغال و مراقبات کی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ ان کو سید الانبیاء والمرسلین کی صحبت کے فیض سے بہرہ ور اور آپ کے انفاس طیبّہ کی برکات سے مستفید ہونے کی سعادت حاصل تھی اور اس فیضان کی وجہ سے صحابہ کرام کے قلوب اذہان ایسی قوی اور کامل استعداد کے مالک تھے کہ ان کو ان اشغال و مراقبات کو واسطہ مقصود بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ فرائض وسنن کی بجا آوری، محرمات بلکہ مشتبہات سے اجتناب ہی ان اشغال وغیرہ کے ثمرات کے حصول کیلئے کافی تھے۔ اس کی مثال

یوں سمجھئے کہ علوم مروّجہ (صرفونحو اور فقہ واصول فقہ) صحابہ کرام کے عہد مبارک میں مدوّن نہیں ہوئے تھے، کیونکہ عرب ہونے کی وجہ سے وہ قوعد وصرف ونحو کے محتاج نہ تھے،اور عام مسائل دریافت کرنے میں آپ کی ذات بابرکات ہی کافی تھی،لیکن بعد میں جب اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر عجم میں پہنچا اور آپ کی ذات اقدس سے بعد ہوتا چلا گیا، ہر قسم کی ظاہری اور باطنی ضروریات اور حل مشکلات کے لئے تدوین علوم کی ضرورتوں کا احساس ہوتا گیا،علماء اکرام اور آئمہ ہدیٰ نے بہت جلد باحسن وجوہ ان ضرورتوں کو پورا کیا۔محدّثین جمع وتدوین حدیث اور فقہ الحدیث کے مرتب کرنے ،فقہا قانونِ اسلام کے مدون کرنے اور اصول احکام کے مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے اور بعض اہل علم نے امانتِ باطنی کی حفاظت اور اس کی اصلاح کی طرف اپنی توجہات کو منعطف کیا،جن کی برکت سے اصلاح نفس،تزکیہ نفس اور مجاھدہ نفس کے قواعد مرتّب ہوئے اور دنیا ان کے فیضان و برکاتِ روحانی سے مستفید ہوئی۔ **جزاھم اللہ عنّا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔**"

اس مقالے کے آخری لفظ سنئے اگر گوش نصیحت نیوش ہے:

" بہر حال ہم لوگ بعد زمانہ نبوت کی وجہ سے ضعیف الاستعداد اور دنیا کے ظاہری حسن و جمال سے بہت متاثر اور ضعیف الایمان ہیں،اس لئے ہم جیسے لوگوں کو تزکیہ نفس اور وصول الیٰ اللہ (جو ثقلین کی پیدائش کا حکمت اصلیہ ہے) کے لئے ان وسائل وتدابیر کی اشدترین حاجت ہے اور تجربہ اسکا شاہد ہے"۔(29)

مولوی قطب الدینؒ کا بیان:

آخر میں اس تمام بحث کو حضرت مولانا غلام رسول قلعویؒ کے ایک شاگرد و مرید مولوی قطب الدین صاحبؒ کے بیان پر ختم کرتا ہوں،جس میں صوفیائے اہل حدیث کے طریق السلوک، یعنی بیعت، لطائف پر توجہ کر کے ذکر کرنا اور صحبت صوفیاء سے کیا

حاصل ہوتا ہے، ذیل کے واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مولوی قطب الدینؒ علوم ظاہری و باطنی میں مولانا غلام رسول قلعویؒ کے شاگرد تھے فرماتے ہیں:

"جب میں علوم امدادی سے فارغ ہو چکا، میں نے آپ (مولانا غلام رسولؒ) سے ترجمہ شروع کیا۔ ایک سیپارہ پڑھنے سے میرے تمام اذکار جاری ہو گئے۔ اس اثناء میں مولوی صاحب نے مجھ پر توجہ نہ کیا ورنہ ہی میں نے آپؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اللہ کی قسم میری بیعت والوں سے اچھی حالت تھی۔ میں اپنی ذات میں بڑا خوش تھا۔ ایسا ذوق اور ایسی حلاوت تھی جو بیان میں نہیں آ سکتی۔ میرے آنسو ہر وقت جاری رہتے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے قرآن شریف پڑھنا اور مولوی صاحب کا بیان سننا مشکل تھا۔ جب میں مولوی صاحب سے سبق پڑھنا شروع کرتا تھا، اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن شریف اب نازل ہو رہا ہے۔ میں یہ خیال کرتا تھا کہ پڑھنے والا میں ہوں اور پڑھانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میرے ہر رونگٹے سے ذکر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔ میرے تمام گناہ بالمشافہ ہو گئے۔ میرے سامنے حشر برپا رہتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہر ایک کا حساب کتاب ہو رہا ہے اور میں رب العالمین کے سامنے کھڑا ہوں۔ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔ اگر نیند آتی میں جھٹ چونک اٹھتا۔ بھلا کس کو نیند اور کس کو آرام۔ کبھی مجھے ایسا کشف ہوتا کہ میں تمام جہان کو اور جو کچھ اس میں ہو رہا ہے اس کو دیکھتا ہوں۔ برابر میری وہ حالت تھی جو شیخ سعدیؒ نے یعقوبؑ کی حالت بیان کی ہے۔ کسی سائل نے آپ سے یوسفؑ کا حال پوچھا۔ کہا آپؑ کو چاہ کنعان میں پڑا ہوا نہ معلوم ہو سکا اور مصر سے ان کے پیراہن کی خوشبو سونگھ لی۔ یعقوبؑ نے فرمایا:

بگفت احوال ما برق جہانست دمے پیدا و دیگر نہاں است
گہے برطارم اعلیٰ نشینیم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

میں موضع کھبکی میں، جو کہ قلعہ میہاں سنگھ سے ایک میل بجانب مغرب ہے، رات کو

جا کر رہتا تھا۔ کیونکہ وہاں کوئی اہل علم نہیں تھا اور وہاں کے باشندوں نے مولوی صاحب کی خدمت میں درخواست پیش کی تھی کہ ہمیں کوئی اپنا طالب علم دیا جائے جو صبح سے شام تک آپ کے پاس رہا کرے اور شام کو کھبکی پہنچ جایا کرے اور ہمیں نماز پڑھا دیا کرے۔ مولوی صاحب نے مجھے وہاں رہنے کا حکم دیا ہوا تھا۔ اس لئے میں روزانہ بعد عصر چلا جاتا تھا۔ ایک دن آپ نے مجھے جاتے وقت فرمایا:

"قطب الدین آج تمھیں رستے میں ایک بے دین صوفی ملے گا، اس سے پرہیز کرنا۔ اس کے پھندے میں نہ پھنس جانا وہ شیطان مجسم ہے۔"

میں مولوی صاحب سے روانہ ہوا۔ جب نصف فاصلہ طے کر چکا تو ایک آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ہر چند میں نے اس سے کنارہ کیا، مگر اس نے میرا نام لے کر پکارا اور مجھے ٹھہرا لیا، اور آتے ہی مجھے سینے سے لگا لیا۔ اس کے سینے سے لگتے ہی میرا تمام فیض اور تمام ذوقِ حلاوت جاتا رہا۔ صرف ایک لطیفہ قلب جاری رہا، باقی تمام جاتے رہے۔ میں شام کو کھبکی پہنچا۔ نماز کو دل نہ چاہا لیکن بصد مشکل میں نے نماز ادا کی۔ صبح قلعہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کو دل نہ چاہتا تھا، لیکن دل پر جبر کر کے حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:

"قطب الدین وہ شیطان تمھیں مل گیا تھا۔ میں نے عرض کی حضرت میرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو کچھ رات بھر میرے خیالات میں تبدیلی ہوتی رہی اور جو کچھ میں نے دل سے بحث کی وہ عرض کر دیتا ہوں۔ آپ سے جس قدر فیض حاصل ہوا تھا، وہ اس کے ملنے سے کافور ہو گیا۔ نماز بھی مشکل سے ادا کی۔ دل کو بہت سمجھایا کہ میں عالم ہوں، میرا بے نماز ہونا بہت لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ کبھی دل میں خیال آتا کہ کیا یہ شریعت نکمی ہے؟ کیا یہ قرآن مجید اور احکام فضول ہیں؟ رات انہیں خیالات میں گذر گئی ہے۔ صبح آپ کی خدمت میں دل پر جبر کر کے حاضر ہوا ہوں۔ آپ میری باتیں سن کر

مسکرائے اور خلاف عادت مجھ سے معانقہ کیا۔آپ کا معانقہ کرنا اور میرے وسوسوں کا دور ہونا، سبحان اللہ۔ وہی حلاوت، وہی لذت، وہی برکات پھر عود کر آئیں۔آپ نے دیوان حافظ کا یہ شعر پڑھا۔

چہ نسبت است برندی صلاح وتقوی را۔۔۔۔۔۔۔سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا

مجھے فرمایا:

"قطب الدین چہار شیخ جن سے سلسلہ صوفیہ شروع ہوا ہے،اور نام علیحدہ علیحدہ رکھے گئے ہیں، گویا ایک ہی چشمہ کی چار نالیاں ہیں۔یعنی (نقشبندی، سہروردی، قادری اور چشتی) اور اس چشمہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کا چشمہ فیض ہے۔ جو حضور ﷺ کا سر مو مخالف ہو وہ اس چشمہ کا، یا اس نالی کا، پانی نہیں پی سکتا۔منتہائے مقصد سب کا ایک ہی ہے۔صرف طریق اذکار میں فرق ہے۔ یہ مشائخ سب حضرت ﷺ کی پیروی کے سخت پابند تھے۔ ان کے نام نہاد متبعین جاہلوں کا قصور ہے اور وہ محض متہم کیے گئے ہیں۔ ورنہ وہ لوگ دنیاوی آلودگیوں سے پاک اور دین کے لئے جان تک قربان کر دینے کے لئے ہر دم تیار رہتے تھے۔انہوں نے پاک زندگی بسر کی۔

توجہ دینا یا ذکر سکھانا بادی الرئ لوگوں میں بدعت ہے اور وہ بھی اس کو ان کے اختراعات سے جانتے ہیں۔ یہ ان کی غلط فہمی اور قرآن وحدیث میں یہ تدبر نہ کرنے کے نتائج ہیں ورنہ ان کا اثر اگر نظر عمیق اور قلب سلیم سے قرآن وحدیث کا دیکھا جائے پایا جاتا ہے۔افسوس اور صد افسوس ایسے لوگوں پر جو ایسے لوگوں کو اہل بدعت کہے اور ان پر طعن وتشنیع کرے۔ یہ لوگ محافظ اور حامی دین ہوئے ہیں۔ ان کے یہ طریق دین کی خاطر تھے۔اول روح کو ذکر و افکار سے صاف کر لیتے پھر استقامت علی الدین کے لئے تلقین فرماتے۔ اسی کی طرف آیہ کریمہ میں ارشاد ہے۔اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا۔(سورۃ الاحقاف آیت 13)ان کے اصاف حمیدہ اور اعمال مخلصانہ

مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔ گویا وہ مجسم دین تھے، ان کے افعال کی خبر دے رہے ہیں کہ اسلام اس کا نام ہے۔

پھر آپ نے مجھ سے بیعت لی اور فرمایا وہ شیطان آج پھر تمہیں ملے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر تجھ پر کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ جب میں جا رہا تھا پھر شام کے وقت وہ فقیر اسی جگہ پر ملا۔ اس نے مجھے بلایا، میں ٹھہر گیا۔ میرے پاس آ کر کہنے لگا تیرا مرشد زور والا ہے۔ تم جاؤ۔ بس میں چلا گیا۔ صبح کو جب میں پھر خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا:

"اب اس کا تجھ پر نہ اثر ڈالنا یہ میری بیعت کا سبب ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت! اگر وہ شیطان ہے پھر اتنی جلدی اس کا اثر کیوں ہوتا ہے، حالانکہ خداوند کریم نے فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ۔ (سورۃ بنی اسرائیل۔ 65) فرمانے لگے، یہ تو سچ ہے، مگر اب تک عباد میں داخل نہیں ہوئے، جب آپ بندہ خدا بن جائے گے، تو پھر شیطان تم کو دیکھ کر بھاگے گا۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال تم نے نہیں سنا۔ یہ بھی فرمایا کہ بد بو خوشبو پر اکثر غالب آ جاتی ہے، ہاں جب خوشبو کا انسان عادی ہو جائے تو پھر بد بو دماغ کو ضائع کر دیتی ہے، بلکہ بعض اوقات عمدہ دماغ کے آدمی ہلاک ہو جاتے ہیں، شیخ سعدیؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے ۔

تحکم کند سیر بوئے گل

انسان کو خداوند کریم نے صحیح ایماندار کی شناخت کا میعار عطا فرمایا ہے۔ فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ فَقَدِ اہۡتَدَوۡا ۚ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا ہُمۡ فِیۡ شِقَاقٍ ۚ (بقرہ: ۱۳۷) یعنی اصحابوں کا ایمان۔ جو اس کسوٹی پر پورا نہ اوے وہ مومن نہیں، اور نہ ہی مرشد بن کر بیعت لینے کے لائق ہے مولوی رومی صاحب کا اسی طرف اشارہ ہے ۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

مولوی قطب الدین صاحب فرماتے تھے کہ میں بھی اس وقت تحصیل یافتہ تھا لیکن آپ کی اس تقریر سے میرا دل صاف ہوگیا میں حق ایمان کا سمجھ گیا یقین کر لیا کہ ایمان اس کا نام ہے کئی صوفی وغیرہ وغیرہ دیکھے لیکن دل نہیں چاہا کہ ان کے پاس بیٹھا بھی جائے۔ میرے خیال میں کوئی ایسا آدمی شاید ہی ہو مگر میں نے نہیں دیکھا۔ مولانا کے کلام کا ایک اور جملہ یاد آ گیا جو کہنے کے قابل ہے، خلاف شرع کوئی شخص ہو خواہ ہندو، خواہ مسلمان، زہد اور ریاضت کر لے اس کو دنیا میں ثمرہ مل جاتا ہے۔ اس کے ملنے سے استدراج کے طور پر دوسرے پر بھی غالب آ جاتا ہے۔ خلاف شرع بھی پہلے اللہ کا نام لیتے ہیں اور اسی کو پکارتے ہیں، وہی طالب کے دل پر جاری ہوتا ہے۔ نور اور درجات اور بقا درجات اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی حاصل ہوتا ہے، اگر ایسے لوگوں کا مقابلہ اہل شرع سے شریعت کے کاموں میں ہو تو اہل شرع کو خداوند کریم غلبہ دے گا، یہ اس کا وعدہ ہے لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (سورۃ المجادلہ۔21)(30)

حرف آخر:

گزشتہ ابواب میں علمائے اہلحدیث، جن کے اہل حق ہونے میں مسلک اہل حدیث میں کوئی اختلاف نہیں اور ان میں اکثریت ان جید علماء کی ہے جنہوں نے مسلک اہل حدیث کی آبیاری کی، اور ان کا شمار مسلک اہل حدیث کے آساتذہ و آئمہ میں کیا جاتا ہے۔ یہ حضرات قدسی اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ تصوف دین کا ہی ایک شعبہ ہے اور اہمیت و افادیت کے لحاظ سے انتہائی اہم ہے۔ باقی علوم کی طرح اس کا سیکھنا، جاننا ضروری ہے، ہاں تصوف کے نام پر اہل بدعت کا وجود ضرور موجود ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اہل بدعت کی وجہ سے اہل سنت کا ہی انکار کر دیا جائے۔

تصوف کی جو تعریف اور مقصود علمائے اہل حدیث نے درست قرار دی ہے اس میں اور صوفیاء اسلام میں کوئی اختلاف نہیں۔ بیعت، مروجہ اشغال واذکار اور

مراقبات اوران پر مرتب ہونے والی کفیات، کشف ومشاھدات، کرامات اور حاصل تصوف قلب کی اصلاح یعنی باطن کوسنوارنا، تمام اوقات میں ذکرالٰہی کرنا یعنی ہمہ وقت متوجہ الی اللہ رہنا، جس کا حاصل سنت رسول ﷺ پر استقامت اور نیکی کی محبت اور گناہوں سے نفرت ہے۔

یادرکھیں! علمائے اہل حدیث اورصوفیاء کے نزدیک راہ سلوک میں بیعت ایک مستحب عمل ہے، بغیر بیعت کے بھی منازل سلوک طے ہوسکتے ہیں مگر بیعت کے اپنے فوائد ہیں۔ جیسا کہ کتاب کے آخری حصہ میں بحث کی گئی ہے۔ کشف ومشاھدات مقصود ہرگز نہیں مگر ایمان میں پختگی اور حلاوت ان مواجید سے ضرور پیدا ہوتی ہیں۔ یہ اللہ کا انعام اوفروعاتِ تصوف کے لوازمات میں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام فرماتے ہیں رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ ؕ (البقرۃ۔260) تفسیر ابن کثیر میں ہے:

”حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کی بہت سی وجوہات تھیں، ایک تو یہ کہ چونکہ یہی دلیل آپ نے نمرود مردود کے سامنے پیش کی تھی تو آپ نے چاہا کہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل ہو جائے، جانتا تو ہوں ہی لیکن دیکھ بھی لیں، صحیح بخاری شریف میں اس آیت کے موقع کی ایک حدیث ہے جس میں ہے کہ ہم شک کے حقدار بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ ہیں جبکہ انہوں نے کہا (آیت رب ارنی الخ)“۔

کشف میں انقلابی اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ کشف سے حقیقت واضح ہوجاتی ہے وَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیۡنَ (الاعراف۔120) کی تفسیر میں ابن کثیر فرماتے ہیں:

”حضرت قاسم کا بیان ہے کہ جب یہ سجدے میں گرے تو اٹھنے سے پہلے ہی پروردگار عالم نے دوزخ دکھائی جس سے انھیں بچایا گیا تھا اور جنت دکھائی جو

انہیں دی گئی"۔

اگر آپ کے دل میں کتاب ھذا کے مطالعہ کے بعد مزید راہ سلوک کو جاننے کا شوق پیدا ہوا ہے تو آپ "کنوز دل شرح رموزِ دل" کا مطالعہ فرمائیں۔ اور عملاً سلوک کا پہلا سبق یہ ہے کہ مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کیساتھ اسم ذات "ھو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ روزانہ صبح و شام یا جو بھی وقت میسر ہو مکمل تنہائی میں متوجہ الی اللہ ہو کر ذکر کیجئے۔ بہترین وقت تہجد کا ہے۔ شام کو بعد نماز مغرب یا عشاء معمول بنا لیجئے، جوں جوں ذوق وحلاوت میں اضافہ ہوتا جائے اوقاتِ ذکر میں اضافہ کرتے جائے۔ علم تجربہ و مشاھدہ کا محتاج ہے اگر یہ خلوص سے شروع کر دیا جائے تو پھر تلاوتِ قرآن، تہجد، نماز پنجگانہ، نوافل اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، کیونکہ کثرتِ ذکر سے دل کا زنگ اترنا شروع ہو جاتا ہے اور انوارت سے دل منور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ قرب الٰہی کے مدارج پانے کے لئے شیخ کامل کی صحبت ضروری ہے۔ راہ سلوک میں بھی اسی طرح اسباق چلتے ہیں جس طرح ظاہری علوم میں اسباق و درجات ہیں، علم ظواہر کی طرح علم باطن میں بھی استاد کی ضرورت بدرجہ اولیٰ ہے۔ علماء ظواہر کی طرح علماء باطن نے اجتہاد سے ایک نصاب مرتب کیا ہے جس کا ذکر باب ششم میں کیا گیا ہے اور صفحہ 132 پر سید داؤد غزنویؒ اور سید ابوبکر غزنویؒ کے درمیان ایک مفید مکالمہ بھی موجود ہے۔

ذکر کے سلسلہ میں ایک بات اور بھی خاص طور پر قابل لحاظ ہے اور وہ یہ کہ جہاں تک آخرت کے اجر و ثواب کا تعلق ہے، اس کے لئے کوئی خاص قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے۔ اللہ کے جو بندے ذکر کا جو کلمہ بھی اخلاص سے اور ثواب کی نیت سے جس وقت اور جس مقدار میں پڑھیں گے، انشاء اللہ وہ اس کے پورے اجر اور ثواب کے

مستحق ہونگے لیکن حضرات مشائخ دل میں کسی خاص کفیت کے پیدا کرنے کے لئے مثلاً اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھانے کے لئے یا دل میں حضوری اور بیداری کی کفیت پیدا کرنے کے لئے یا کسی خاص روحانی اور قلبی مرض کے علاج کے لئے خاص خاص طریقوں سے ذکر بتلاتے ہیں۔

اس میں اس تعداد اور طریقوں کی پابندی ضروری ہے، کیونکہ جس مقصد کے لئے وہ ذکر کیا جاتا ہے وہ اسی طریقہ سے حاصل ہوتا ہے، اس کی موٹی سی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف ثواب حاصل کرنے کے لئے الحمد شریف یا قرآن شریف کی کسی اور سورت کی تلاوت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ ایک دفعہ صبح کو تلاوت کرے، ایک دفعہ دوپہر کو، ایک دفعہ ظہر کے وقت اور ایک دفعہ شام کو اور اسی طرح دو چار دفعہ رات میں، لیکن وہ اگر اسی صورت کو حفظ بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کو مسلسل بلا کسی وقفہ کے بیسوں دفعہ ایک ہی نشست میں پڑھنا پڑھے گا، اس کے بغیر وہ یاد نہیں کر سکے گا۔ بس فرق یہی ہے اس عام ذکر میں جو صرف ثواب کے لئے کیا جاتا ہے اور اس خاص ذکر میں جو حضرات مشائخ، اہل سلوک کے بطور علاج اور تدبیر کے تجویز کرتے ہیں بہت سے لوگوں کو ذکر کی ان قسموں کا فرق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے علمی اور فقہی الجھنیں ہوتی ہیں ۔(31)

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ذکر الٰہی سے دلوں کو روشن کریں۔ اور مجادلت کو چھوڑ کر ایک دوسرے کے موقف کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ تا کہ یہ معاشرہ یہ قوم حقیقی طور پر وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران۔103) کی تصویر بن جائے۔ اللہ پاک ہم کو علمِ ظاہر و باطن سے نوازیں اور آپس کے اختلافات دور فرمائیں، ہمارے دلوں کو ایک دوسرے کی محبت سے بھر دے۔ آمین

صفت برق چمکتا ہے میرا فکر بلند
کہ بھٹکتے نہ پھریں ظلمت شب میں راہی

مراجع ومصادر

مقدمہ

1۔ حدیث احسان میں اس کی وضاحت موجود ہے۔مزید وضاحت آگے چل کر بیان کردی جائے گی۔

2۔ مضمون کے طوالت کے اندیشہ سے اشارۃً لکھ دیا قرآن حکیم نے جا بجا قلب کو موضوع بنایا ہے۔تقویٰ اور عقل کا دارومدار قلب ہی ہے۔اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوىٰ۔وہ لوگ جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خاص کر دیا۔(الحجرات)اسی طرح عقل کا محل بھی قلب ہے قال اللہ تعالیٰ فتكون لهم قلوب يعقلون بها۔ان کے دل ہوتے کہ ان سے سمجھتے (الحج)اسی طرح علم وفہم کی ضد کی نسبت بھی قلب کی طرف ہے، ختم الله على قلوبهم۔و قالو قلوبنا غلف۔بل ران على قلوبهم۔کامیابی کا دارومدار بھی انہی قلبی کیفیات پر ہے یوم لا ینفع مال و لا بنون الا من اتی اللہ بقلب سليم۔اس روز نہ مال کام آئے گا نہ اولاد ہاں مگر جو شخص پاک دل لے کر آئے، اسی طرح جزا اور سزا کا تعلق بھی اعمال قلب سے ہے،و لكن يواخذ كم بما كسبت قلوبهم۔لیکن مواخذہ فرمائیں گے اس چیز پر جو تمھارے دلوں نے کمائی ہے۔وحی کا محل بھی قلب ہے۔نزل به الروح الامين على قلبك۔مزید تفصیل کے لئے"دلائل السلوک"میں"بحث قلب"مطالعہ فرمائیں۔

3۔ صحیح بخاری کتاب الوحی باب:ابوسفیان اور ہرقل کا مکالمہ جلد اول حدیث نمبر 7

4۔ امام ابن تیمیہؒ، درجات الیقین مترجم مع عربی متن ،محمد شریف عبدالغنی تاجران کتب

کشمیری بازار لاہور، مالکان دارالترجمہ والاشاعت تصانیف امام ابن تیمیہؒ، 1347ھ

5۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ جلد دوم، 1948، ص 121، حدیث 1413، مسلم 2759، ترمذی 2514، ابن ماجہ 4239، احمد 4/187، 342، بحوالہ سلسلہ حدیث صحیحہ محمد ناصر الدین البانی مترجم استاد الحدیث ابوالحسن عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ، استاد العلماء ابومیمون محفوظ اعوان حفظ اللہ جلد دوم مکتبہ قدوسیہ، اشاعت 2009 ص 121

6۔ الصحیحۃ جلد دوم : 1965، ص 105، ابو یعلی 3035، ابن حبان 344، الکشف 3234، طبرانی فی الاوسط 2717، بحوالہ ایضاً جلد دوم، ص 121۔(قال الشيخ الألباني: حسن صحيح، الصحيحة (1976)صحيح وضعيف سنن الترمذي الالباني: حديث نمبر 2452

7۔ ایضاً 2 جلد دوم ص 106 مترجم

8۔ ایضاً جلد سوم ص 240 مترجم

9۔ قال الشيخ الألباني: صحيح، ابن ماجة (1631)صحيح وضعيف سنن الترمذي الالباني: حديث نمبر 3618).

10۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح مترجم سید عبدالاوّل اول غزنوی، جلد پنجم صفحہ نمبر 147

10۔ حضرت امیر محمد اکرم اعوان دامت برکاتہم عالیہ۔ تفسیر اسرار التنزیل ص

11۔ عبدالجبار غزنویؒ، اثبات الہام والبیعت بادلۃ الکتاب السنت المقلب بہ تضحیک الانام علی تحقیق الکلام، ص 153/156، اردو ترجمہ مولوی محمد حسین، اشاعت 1382ھ، باردوم، مطبوعہ اقبال پرنٹنگ پریس سیالکوٹ شہر

12۔ ایضاً ص 6/8

13۔ ایضاً 177۔178

14۔ ایضاً 177۔178)

نوٹ: مقدمہ کی تیاری میں تفسیر "اسرار التنزیل، دلائل السلوک، نقوش" سے مدد لی گئی

ہے۔ یہ تمام کتب، مطبوعہ ادارہ نقشبندیہ اوّیسیہ منارہ، چکوال کی ہیں۔

باب اوّل

تصوف و احسان اور مسلک علمائے اہلحدیث

1۔ فتویٰ ابن تیمیہ جلد 18 ص ۱۱ بحوالہ کیا ابن تیمیہ علماء اہلسنت میں سے ہیں صفحہ 12

2۔ بحوالہ علامہ ڈاکٹر خالد محمود، آثار الاحسان فی سیر السّلوک والعرفان، جلد اوّل ص 94-95

3۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، رسالہ شریعت اور طریقت ص 2-1، مطبع اہلحدیث امرتسر اشاعت 30 دسمبر 1909ء

4۔ پروفیسر محی الدین روزنامہ اوصاف اور نوائے وقت میں کالم لکھتے ہیں، آپ مسلکاً اہل حدیث ہیں، آپ کے آبا وَاجداد کا روحانی تعلق خاندانِ لکھوی سے تھا۔

5۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تصنیف شریعت و طریقت کی طرف اشارہ ہے۔

6۔ تذکرہ غلام رسول قلعوی صفحہ 84

7۔ ایضاً ص 7

باب دوم

مسلک علماء اہلحدیث کا صوفیائے عظام کی خدمات کا اعتراف

1۔ بزم ارجمند ص 2

2۔ مرتب مولانا رفیق احمد رئیس سلفی۔ علوم الحدیث مطالعہ تعارف۔، ص 495 دار الکتب السّلفیہ لاہور۔

3۔ ابقاء المنن بالقاء المحن ص 148

4۔ ایضاً ص 87

5۔ ایضاً ص183

6۔ایضاً ص196

7۔اثبات الہام وبیعت ص13

8۔دیکھئے تاریخ اہل حدیث ص433 تا500

9۔سیرت ثنائی صفحہ 97

10۔ص336

11۔ص188

12۔مزید دیکھے شریعت وطریقت ص۱۰،۱۱

باب سوم

اکابرین مسلک اہلحدیث کی تحصیل السلوک کیلئے دعوتِ فکر

1۔ تذکرہ غلام رسولؒ قلعوی ص459

2۔ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی340/341

3۔ فتاویٰ علمائے حدیث جلد12 ص84 تا95

4۔ اثبات بیعت والہام ص115

5۔ ایضاً ص164 تا165

6۔ مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹیؒ، تاریخ اہل حدیث ص331

7۔ حضرت مولانا داؤد غزنوی ص44

8۔ حضرت سید داؤد غزنوی ص163

9۔ خطبات ومقالات، جماعت اہل حدیث سے خطاب، 225

10۔ تالیف سید ابوبکر غزنویؒ ترتیب وتخریج میاں طاہر، خطبات ومقالات

ص67، طارق اکیڈمی فیصل آباد

11۔ایضاً ص68

12۔سراجا منیرا ص8 تا12

13۔محمد اسحاق بھٹی گلستان اہل حدیث ص66، مزید دیکھے مقدمہ امام محمد اسماعیل شہیدؒ مصنف محمد خالد سیف اسلامی نظریاتی کونسل

باب چہارم

تصوف کیا ہے؟

1۔ ابقاء المنن بالقاء المحن ص280

2۔ دیکھے کرامات اہلحدیث ص35/45

3۔ مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ وفوائد الحدیث جلد اول ص 66 مکتبہ محمدیہ لاہور طبع سوم اپریل 2012

4۔ ایضاً ص160

5۔ ایضاً صفحہ 190

6۔ شریعت وطریقت ص4

7۔ شریعت وطریقت ص8

8۔ شریعت وطریقت ص9

9۔ فتاویٰ اہلحدیث کتاب الایمان، مذاہب، ج1 ص44

10۔ص ا بحوالہ حضرت سید داؤد غزنویؒ ص357

11۔ایضاً ص357/358

12۔ایضاً359

13۔ایضاً361

14۔ایضاً ص360

15۔تفصیل دیکھیے"محدث جولائی2012 حصولِ علم اور فضائل اُمتِ محمدیہ

16۔ص173 ارمغان حنیف194

17۔سراجاً منیراً مع ازواج النبی ﷺ فاران اکیڈمی اردو بازار لاہور صفحہ 29

18۔ایضاً45/48

باب پنجم

مسلک اہل حدیث اور بیعت وارادت

1۔ ہفت اقلیم از محمد اسحاق بھٹی ص484/486

2۔ کاروان سلف ص55

3۔ ایضاً ص48

4۔ بزم ارجمنداں ص58

5۔ مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی ص161

6۔ سراجاً منیرا ص13 فاران اکیڈمی لاہور

7۔ ایضاً ص23

8۔ ابقاء المنن بالقاء المحن ص203/204

9۔ مشکوٰۃ المصابیح جلد4 صفحہ 148 ترجمہ وفوائد مولانا عبدالاول غزنوی، نعمانی کتب خانہ

10۔اثبات بیعت والہام ص73

11۔ایضاً ص74

12۔تفصیل دیکھیے ایضاً ص104

13۔تفصیل کے لئے دیکھئے ایضاً ص105/109

14۔109/110

15۔سوانحیات مولانا غلام رسول قلعویؒ ص34

16۔حضرت مولانا سید داؤد غزنویؒ، ترتیب وتحریر حضرت مولانا غزنوی۔اشاعت ثانی
اکتوبر94، فاران اکیڈمی

17۔کرامات اہلحدیث54

18۔گزرگئی گزران ص40

19۔ابقاء المنن بالقاء المحن ص99

20۔ایضاً

21۔ایضاً

22۔تذکرہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی ص13، مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء، لکھنو
نشر طبع پنجم 2001

23۔ایضاً ص124

24۔ابقاء المنن بالقاء المحن، ص45

25۔التاج المکلل ص298، مطبوعۃ مرتب دارالسلام

26۔مولانا رفیق احمد رئیس سلفی علوم الحدیث مطالعہ وتعارف ص495 دارالکتب سلفیہ
لاہور اشاعت مارچ2014

27۔علوم الحدیث مطالعہ تعارف ص500

28۔مولانا فضل الدین بہاری، الحیات بعد الممات ص31 المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل

29۔ایضاً ص143

30۔الحیات بعد لممات س64

31۔الحیات ص841
32۔حضرت مولانا عبدالقادرؒ،سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعویؒ ساکن قلعہ میاں سنگھ ص51 فضل بک ڈپو گجرانوالہ،اشاعت ثانی
33۔کاروان سلف،ص17
34۔(ترتیب وتحریر: سید ابوبکر غزنوی،حضرت مولانا سید داؤد غزنویؒ ص211 فاران اکیڈمی لاہور اشاعت ثانی اکتوبر1994
35۔تفصیلات دیکھئے تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی،سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعویؒ
36۔تذکرہ غلام رسول قلعویؒ ص92
37۔بحوالہ زہرہ بتول، پنجابی دے دینی تے تبلیغی ادب وچ حافظ محمد لکھوی دا حصہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی،مئی2003ء ص103
38۔بحوالہ تذکرۃ النبلا فی تراجم العلماء ص106
39۔کرامت اہل حدیث ص16
40۔کرامات اہلحدیث ص80
41۔تفصیلات کے لئے دیکھئے ،سید البشر،کرامات اہل حدیث،تذکرہ قاضی سلیمان منصور پوری۔امی کتب لاہور،اسلام آباد،اشاعت2006ء
42۔مولانا ابوالکلام آزادؒ،تذکرہ،ص552 تا556،مطبوعہ لاہور مزید بحوالہ سیرت مجدد الف ثانی
43۔کرامات اہل حدیث ص115
44۔اشاعت خاص ہفت روزہ الاعتصام بیاد مولانا عطاءاللہ حنیف بھوجیانیؒ
45۔ص99

باب ششم

صوفیائے اہلحدیث کا طریق السلوک

1۔ دلائل السلوک ص503

2۔ کنز الطالبین ص41

3۔ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعویؒ ص233 مترجم ایڈوکیٹ خالد رانجھا

4۔ بسوانح عمری ص21

5۔ بسوانح عمری ص43۔44

6۔ بسوانح عمری ص25

7۔ سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعویؒ ص33

8۔ ایضاً ص43

9۔ سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعویؒ ص47

10۔صفحہ 38

11۔صفحہ 34

12۔سراجاً منیرا

13۔مشکوٰۃ شریف صفحہ 391 بحوالہ ایضاً ص71

14۔ایضاً ص72

15۔سراجاً منیرا ص81

16۔مولانا ابراہیم میر سیالکوٹیؒ شاہ ولی اللہؒ بہت متاثر تھے۔آپ خود فرماتے کے میں نے قول جمیل سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔

17۔ بسوانح عمری ص4

18۔ سید عبد الجبار غزنویؒ، اثبات الھام و البیعت بادلۃ الکتاب السنت المقلب بہ تضحیك الانام علی تحقیق الکلام ،ص8، اردو ترجمہ مولوی محمد حسین، اشاعت 1382ھ، بار دوم، مطبوعہ اقبال پرنٹنگ پریس سیالکوٹ شہر۔

19۔ ایضاً ص19,148

20۔ ایضاً ص127/122

21۔ ایضاً ص130/127

22۔ ایضاً ص132

23۔ ابقاالمنن بالقاء المحن ص121

24۔ ایضاً

25۔ ایضاً206

26۔ ایضاً ص208

27۔ سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعویؒ ص120

28۔ فتویٰ ثنائیہ ص180

29۔ ص81، 91 بحوالہ حضرت مولانا سید داؤد غزنوی 361 تا365

30۔ سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعوی ص118/116

31۔ اسلام کیا ہے ص146-147

کتابیات

1۔اسرارالتنزیل،حضرت امیرمحمداکرم اعوان دامت برکاتہم عالیہ۔ناشرادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ چکوال

2۔صحیح بخاری،ترمذی،

3۔مشکٰوۃالمصابیح ترجمہ وفوائدالحدیث سیدعبدالاوّل غزنوی،مکتبہ محمدیہ لاہورطبع سوم اپریل2012

4۔سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ محمد ناصرالدین البانی،مترجم استاد الحدیث ابوالحسن عبد المنان راسخ حفظہ اللہ،استادالعلماء ابومیمون محفوظ اعوان حفظ اللہ جلد دوم مکتبہ قدوسیہ ،اشاعت2009

5۔امام ابن تیمیہؒ،درجات الیقین مترجم مع عربی متن ،محمد شریف عبدالغنی تاجران کتب کشمیری بازارلاہور،مالکان دارالترجمہ

6۔فتویٰ ابن تیمیہ

7۔کیا ابن تیمیہ علماء اہلسنت میں سے ہیں۔مولانا ابوبکر غازی پوری،مکتبہ اہل سنت و الجماعت سرگودھا۔

8۔علامہ ڈاکٹر خالدمحمود،آثارالاحسان فی سیرالسّلوک والعرفان،محمود پبلیکیشنز اسلامک ٹرسٹ لاہور،اشاعت2009ء

9۔رسالہ شریعت اورطریقت،مولانا ثناءاللہ امرتسری، مطبع اہلحدیث امرتسراشاعت 30دسمبر1909ء

10۔تذکرہ غلام رسول قلعوی۔مولانا محمد اسحاق بھٹی،ناشر مولانا غلام رسول ویلفیئر سوسائٹی،فروری2012ء

11۔ابقاءالمنن بالقاءالمحن،نواب صدیق حسن خان،دارالدعوۃ السّلفیہ لاہوراشاعت 1986
12۔تاریخ اہل حدیث،مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹیؒ،مکتبہ قدوسیہ 2011ء
13۔سیرت ثنائی،مولانا ثناءاللہ امرتسری،مولانا عبدالمجید سوہدری۔مئی 1989ء
14۔فتاویٰ علمائے حدیث،مولانا علی محمد سعیدی،مکتبہ سعدیہ خانیوال ملتان
15۔شریعت وطریقت،مولانا ثناءاللہ امرتسر،دسمبر 1909ء مطبع اہل حدیث امرتسر
16۔خطبات ومقالات۔تالیف سیدابوبکرغزنویؒ ترتیب وتخریج میاں طاہر،طارق اکیڈمی فیصل آباد
17۔بزم ارجمند،محمد اسحاق بھٹی،مکتبہ قدوسیہ لاہور،اشاعت 2006ء
18 عبدالجبارغزنویؒ، اثبات الہام والبیعت بادلۃ الکتاب السنت المقلب بہ تضحیک الانام علی تحقیق الکلام، اردوترجمہ مولوی محمد حسین، اشاعت 1382ھ، باردوم، مطبوعہ اقبال پرنٹنگ پریس سیالکوٹ شہروالاشاعت تصانیف امام ابن تیمیہؒ، 1347ھ
19۔گلستان اہل حدیث،محمد اسحاق بھٹی،مکتبہ قدوسیہ لاہور،اشاعت 2011ء
20۔کرامات اہلحدیث،مولانا عبدلا مجید سوہدری۔مسلمان کمپنی۔
21۔محدث جولائی ۲۰۱۲
22۔ارمغان حنیف،محمد اسحاق بھٹی،ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔طبع اول 1989ء
23۔سراجا منیراً مع ازواج النبی ﷺ،مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹی، فاران اکیڈمی اردوبازارلاہور،29 جون 2002ء
24۔کاروان سلف،محمد اسحاق بھٹی
25۔ہفت اقلیم از،محمد اسحاق بھٹی
26۔دلائل السلوک،حضرت مولانا اللہ یارخانؒ،ادارہ نقشبندیہ اوّیسیہ
27۔علوم الحدیث مطالعہ تعارف،مرتب مولانا رفیق احمد رئیس سلفی۔۔،دارلکتب السّلفیہ لاہور۔
28۔دیوبند کی تطہیرضروری ہے،مفتی سعیداحمد خان،الندوہ لائبریری،چھترپارک اسلام آباد

29۔حضرت مولانا سید داؤد غزنویؒ،ترتیب وتحریر حضرت مولانا ابوبکر غزنوی۔اشاعت ثانی اکتوبر94،فاران اکیڈمی
30۔گزر گئی گزران،محمد اسحاق بھٹی،نشریات لاہور
31۔التاج المکلل نواب صدیق حسن خان،مطبوعۃ مرتب دارالسلام
32۔علوم الحدیث مطالعہ وتعارف،مولانا رفیق احمد رئیس سلفی ، دارالکتب سلفیہ لاہور اشاعت مارچ2014
33۔،الحیات بعدالممات،مولانا فضل الدین بہاری،المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل
34۔سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعویؒ،حضرت مولانا عبدالقادرؒ،ساکن قلعہ میاں سنگھ ص51 فضل بک ڈپو گجرانوالہ،اشاعت ثانی
35۔ پنجابی دے دینی تے تبلیغی ادب وچ حافظ محمد لکھوی دا حصہ،زہرہ بتول ،مقالہ برائے پی ایچ ڈی،مئی2003
36۔تذکرہ،مولانا ابوالکلام آزادؒ،مطبوعہ لاہورمزید بحوالہ سیرت مجددالف ثانی
37۔اشاعت خاص ہفت روزہ الاعتصام بیاد مولانا عطاءاللہ حنیف بھوجیانیؒ
38۔کنزالطالبین،حضرت امیر محمد اکرم اعوان۔ادارہ نقشبندیہ اوّیسیہ
39۔بسوانح عمری،مولانا عبدالجبار غزنوی۔مولانا غلام رسول قلعوی
40۔برصغیر میں علمائے اہلحدیث کی آمد،محمد اسحاق بھٹی،مکتبہ قدوسیہ لاہور،اشاعت 2004ءمورخ اہل حدیث،محمد رمضان یوسف سلفی،مکتبہ رحمانیہ ناصر روڈ سیالکوٹ،2011ء
41۔ تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء،عبدالرشید عراقی،بیت الحکمت لاہور،اشاعت 2004ء
42۔اسلام کیا ہے،مولانا منظور نعمانی،مکتبہ حقانی ملتان
43۔کنوز دل،امیر محمد اکرم اعوان،ادارہ نقشبندیہ اوّیسیہ دارالعرفان منارہ چکوال

عزیزم ابن محمد جی قریشی کی تالیف ''تصوف واحسان علمائے اہل حدیث کی نظر میں'' دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ الحمدللہ میں نے ایک نشست میں ساری کتاب پڑھی۔ اللہ کریم ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کریم نے ان سے بڑا کام لیا ہے۔ آج کے عہد میں تو اہل سنت کہلانے والے بھی دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ اکثریت نے تو رواجات و رسومات کو تصوف واحسان سمجھ لیا ہے اور اللہ کی اس نعمت کو جاگیر سمجھ رکھا ہے، کچھ نے غلو کر کے مشرکانہ رسومات تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ کے بندے ایسے بھی ضرور ہیں جو معتدل اور حق پر قائم ہیں مگر تھوڑے ہیں۔

خود ہمارے حضرت جیؒ کے شیخ حضرت عبدالرحیمؒ بھی اہل حدیث تھے۔ کہا جاتا ہے معتدل تھے، نہیں بھائی معتدل نہیں، حقیقی تھے۔ بہر حال جو ارشادات واحوال یہاں جمع کر دی گئی ہیں حقیقی تصوف ہے، گرچہ یہ سب مبادیات ہیں۔ وضاحت جاننے کے لئے اللہ کے بندوں کے لئے میدان کھلا ہے۔ اللہ کریم توفیق بخشنے والے ہیں۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان، منارہ، چکوال

Rs. 300/-